

”ایو جی، میرے شوق کو بے ہودہ تو نہیں کہیں۔“ وہ قدرے ناراضی سے بولا۔
 ”بے ہودہ کو بے ہودہ نہ بولیں تو اور کیا بولیں۔ اچھا خاصا بڑھ لکھ کر یہ بھائیوں والا کام کرنا تھا تمہیں۔“
 نوئل نے اب کچھ کہنے کے بجائے سر جھٹکنے پر اکتفا کیا۔
 ”کہاں جا رہے ہو؟“ اسے اچھا لگا کر وہ غصے سے بولے۔

”آپ کو جو کتنا تھا میں نے سن لیا ہے۔“
 ”میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی۔“ ان کے کہنے پر وہ طوعاً کو کہا ”واپس پیٹھ کیا۔“
 ”خاور کی انک بیٹی بھی ہے۔“ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تو نوئل شہر نظروں سے اٹھیں دیکھنے لگا۔
 ”ہم نے بچپن میں تمہاری بات اس کے ساتھ

طے کر دی تھی۔
 ”کیا؟“ وہ چیخ اٹھا تھا۔
 ”آہستہ بولو۔ کلن کے پردے بھاڑو گے کیا۔“ شاید صاحب نے ناگواری سے اپنے اکلوتے بیٹے کو یہ کھلا

”میں تم سے بات کر رہا ہوں نوئل! شاید صاحب نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا تو اس نے دھیرے سے سنا تھا۔
 ”سن رہا ہوں ابو۔“
 ”تو کیا سمجھ میں آیا تمہارے؟“ ان کا انداز امتحان لینے والا تھا۔
 ”جی کہ مجھ لاہور جانا ہے۔“

”برخوردار! صرف لاہور ہی نہیں جانا، وہاں جا کر باب بھی کئی ہے۔ میں ممتاز سے بات کر چکا ہوں، اس نے بینک میں تمہاری جاب کا بندوبست کیا ہے۔ نہیں خاور کے گھر رہنا ہے، میں وہاں بھی بات کر چکا ہوں۔“
 ”ابو میں کسی کے گھر نہیں رہ سکتا۔“ وہ احتجاجاً بولا۔

”کیوں وہاں رہنے میں تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تم نے کون سا ان کے گھر رہنا ہے۔ اس نے تمہارے لیے انکیسی میں انتظام کیا ہے اور وہاں جا کر یہ مت جانا کہ تمہاؤں تک جیسے سارے ہودہ کام بھی کرتے ہو۔“

مریم ہدین چمک چمک نور مکمل ناول

وہ سر جھکائے ان کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے یوں خاموش رہنے پر ان کا نرم لہجہ غصیلا ہوتا جا رہا تھا۔



”ابو! آپ کو بتا ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے جیسے انہیں ان کی بات کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

”ہوش و حواس میں ہوں پر غور دار! بتا ہے مجھے کیا کہہ رہا ہوں۔ ہم نے ایک بات کی تھی، کوئی رسم نہیں کی تھی۔ تمہیں وہاں بھیجے گا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تم اس جگہ سے مل لو پھر جو تمہاری مرضی ہو گی۔“ تو نفل کو ان کی آخری بات سے تھوڑا حوصلہ ہوا ورنہ اسے اپنا مستقبل تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا۔

”اب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں جاؤں؟“ ”ہاں جاؤ، اپنی تکلیف میں بیٹھے ہو جیسے صوفے میں کیلیں جڑی ہوں۔“ اس کے باہر نکلے ہی شاید صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔

”کمرے میں اگر اس نے بے زاری نظر کرے میں بکھرے سہلن پر ڈالوں ایک تو اسے پہلے ہی اچھائی چکے پر جانے پر چڑھ رہی تھی گوہر سے ابونے نیا شو شاپاؤز دیا تھا۔

”ایک لڑکی جسے میں جانتا بھی نہیں“ ابونے اس سے میری بات طے کر دی، ”نہیں۔“ وہ دیر برب بڑبڑایا۔ وہ غصے سے کہنوں کے کولے بنا کر سوٹ کپڑے میں پھینکنے لگا تب ہی اس کے مہیا کل کی تیل بجی۔ اس گھر پر سناڑ کا نام ہو چکا کہ اس نے بے اختیار گھر اس س لایا۔

”ہیلو کیسی ہو۔“ ”میں تو ٹھیک ہوں تم اپنی تائو زیادہ بڑی ہو جو نہ فون کیا اور نہ ہی کوئی مہینج۔“ ”تمہیں بتایا تو تھا اور جا رہا ہوں۔ اسی کی تیاری میں بڑی ہوں۔“ ”اچھا جانے سے پہلے مل سکتے ہو؟“ کہنے پر رکھا تو نفل کا ہاتھ ایک بل کے لیے رکھا تھا۔ ”خیر تمہیں۔“ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”ہاں خیریت ہے ویسے ہی کہہ رہی تھی پھر تمہیں کب ملاقات ہو۔“ اس کی بات سن کر نفل مسکرایا تھا۔

”میں ہیٹ کے لیے نہیں جا رہا۔“ ”جانتی ہوں۔“ وہ چڑ کر بولی۔

”اچھا دیکھتا ہوں، وقت ملا تو تم سے بھی مل گا۔“ ”اتنا احسان کرنے کی ضرورت نہیں، نہیں ملتا ملو۔“ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ نفل نے سر ہلا دیا ناراض ہو گئی تھی اور نفل میں اس وقت پانا ہت نہیں تھی کہ اسے سنا سکے وہ تیزی سے سلا پک کرنے لگا۔

ایک تو سوری کا موسم، دوسرے آج سورج نے اچھا شکل ہی نہیں دکھائی تھی تو موسم زیادہ سرد ہو گیا تھا۔ اس نے باہر نکلنے ہی بھر بھر ہی لی تھی۔ چادر کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر وہ چن کی طرف بڑھ گئی۔ چائے کا پانی رکھ کر وہ ابونے کے کمرے کی طرف آئی۔ وہ سب معقول قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے آہٹ پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور اسے دیکھ کر مسکرا دیے۔

”ابو! میں یہ پوچھنے آئی تھی آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟“

”جو تم کھاؤ گی۔“ ”میرا تو آج پر اٹھا کھانے کا موڈ ہو رہا ہے۔“ ”تو ٹھیک ہے، میں بھی پر اٹھا کھاؤں گا۔“ ان کے کہنے پر وہ سر ہلانی ہوئی واپس مڑ گئی۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں بڑے گلیس میں اس کا اور ابو کا ناشتا تھا۔ ”انجیلی صاف کروادی تھی۔“ چائے کا کھونٹہ لیتے ہوئے انہوں نے شرمین سے پوچھا۔

”جی وہ تو کل ہی صاف کروادی تھی۔“ وہ جواب دے کر ناشتا کرنے لگی کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بولی۔

”ابو آپ کے دوست کا بیٹا کتنا عرصہ یہاں رہے

”جب تک رہنا چاہے۔“

”ابو! کیا اس کا یہاں رہنا مناسب ہو گا۔“ خاور ابونے غور سے بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

”تمہیں پسند نہیں اس کا یہاں رہنا؟“ ”بات پسند کی نہیں ابونے۔“

”دیکھو بیٹا۔“ خاور صاحب اس کی بات کاٹ کر لے۔ ”شاید میرا بہت اچھا دوست ہے اور اتنا دل سے کہ اس کا بیٹا نہیں اور بھی وہ سنا تھا لیکن شاید نے اسے خصوصی تعلیق کی ہے یہاں رہنے کی اور مجھے ب اس نے اطلاع دی کہ نفل آ رہا ہے تو میں کیا کرتا سے نہ سمجھو۔“

ان کی اپنی تفصیل پر وہ کچھ شرمندہ ہو کر بولی۔

”براہِ مطلب میں تھا؟“ ”جانتا ہوں بیٹا، تم کیا کتنا چاہتی ہو لیکن مجھے لگتا ہے کہ شاید اپنے بیٹے کو خاص مقصد سے بھیج رہا ہے۔“

ب کی بار شرمین نے چونک کر انہیں دیکھا۔

”بچپن میں اس نے جو بات کی تھی۔ شاید وہ اس کو تنی شکل دینا چاہتا ہے۔“

”شرمین نے سر جھٹکا۔“ وہ بچپن کی بات تھی ابو! ”تین سال گزر گئے“ انہوں نے بھی رابطہ نہیں کیا،

لے نہیں آئے اور اب اچانک اپنے بیٹے کو بھیج رہے ہیں۔ ضروری تو نہیں ان کا یہ مقصد ہو اور پھر ایسا جیسے

مستطاب ہے۔ ہم نہ بھی ایک دوسرے سے ملے ہیں نہ

ی ایک دوسرے کی پسند ناپسند اور علاقوں کو جانتے

ہیں۔“ ”تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن اگر ایسا ہو جائے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آج کے دور میں کھر

ہیچے اچھا رشتہ مل جانا اللہ کی نعمتوں میں سے ایک ہے

وہ نہ بیٹیاں مل باپ کی دلہنیز اور مجھے رشتے کے انتظار

نہ ہو رہی ہو جاتی ہیں۔“ وہ افسردگی سے بولے تو اب

کی بار شرمین نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بس خاموشی

سے بڑے لے کر کھڑی ہو گئی۔

”بیٹا! یہاں پہنچنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔“

انہوں نے سامنے بیٹھے نفل سے پوچھا۔

”نہیں انگل۔“ اس نے ہنسیل مسکرا کر جواب دیا

وہ اس وقت اتنا تھا کہ ابونے تھا کہ مل چاہ رہا تھا فوراً سو

جائے۔

”شاید کیسا ہے؟“

”ابو بھی ٹھیک ہیں۔ آپ کو سلام کہہ رہے

تھے۔“ ”و علیکم السلام۔“ وہ مسکرا کر بولے۔ ”میں کروں

گا کل اسے فون۔“ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے۔

”چلو میں تمہیں انجیلی دکھاؤں امید ہے تمہیں

پسند آئے گی۔“

نفل نے شکر ادا کیا کہ انگل کے انڈیو کا سلسلہ

انتظام کو پہنچا۔ انجیلی دو گروں اور ایک چن پر مشتمل

تھی۔ صاف ستھری انجیلی دیکھ کر اس کا دل خوش ہو

گیا۔

”تم آرام کرو بیٹا پھر ملاقات ہو گی۔“ ان کے جانے

ہی وہ گرنے کے انداز میں بیڑ پر گرا تھا اور کچھ دیر بعد وہ

خزانے لے رہا تھا۔ کافی دیر بعد اس کی آواز ٹانہوں

آواز سے کھلی تھی۔ آنکھ کھلنے پر اس نے آنکھ کھلنے کی

وجہ پر غور کیا، کوئی دردانہ بجا رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو اس

کی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کہاں ہے اور پھر آتے ہی وہ

تیزی سے اٹھا۔ خاور انگل بڑے لیے دردانہ میں

کھڑے تھے۔ وہ شرمندہ ہوا۔

”سوری انگل! میں سو گیا تھا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ وہ مسکرا کر بولے۔

”دیکھنا انا تھا۔“

”انگل! آپ نے کیوں زحمت کی۔“

”زحمت کی کیا بات ہے بیٹا! آخر مجھے ہونے آئے

تھے، بھوک بھی لگی ہوئی ہوگی کھانا کھر میں بنا ہوا تھا تو

لے آیا۔“ انہوں نے بڑے اس کی طرف پھٹائی تو

روال اٹھاتے ہی اس کی بھوک چمک اٹھی تھی۔ گما

گرم بریانی ساتھ رائیہ اور سلاوا اس نے کھڑے کھڑے

چچہ بھر کر منہ میں ڈالا۔ بریانی بہت مزے کی تھی اور

اس نے بے ساختہ اظہار بھی کر دیا۔
 ”بہت مزے کا لکھنا ہے انکل! آپ بیٹھیں ناں۔“
 اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ جب سے آئے ہیں
 کھڑے ہیں۔
 ”نہیں تم آرام سے کھاؤ۔ ویسے تو میں ہر چیز
 موجود ہے لیکن اگر کچھ چاہیے ہو تو مارکیٹ نزدیک
 ہے۔“ تو نفل ہاتھ دھو کر خاور انکل کو دیکھنے لگا یہ
 سب باتیں بتاتے کان کا جو مقصد تھا اس کی سمجھ میں
 آیا تھا۔ تو نفل اپنے میاں کا مطلب ہے ”آئندہ
 اسے کھانے کا بندوبست خود کرو۔“ اس نے دل میں
 خود کو مخاطب کیا۔
 ”چھا بیٹا تم آرام کرو۔“

”آرام کیا خاک کرتا ہے۔“ ان کے جانے کے بعد
 وہ بڑبڑایا۔ کھانے کا مزد دینا ہونے کے بجائے کر کا ہو
 گیا تھا۔ برتن لے کر وہ چکن میں آیا تو باقی انیکسی کی
 طرح چکن بھی صاف کھتا تھا۔ اس نے سبک کے
 ارد گرد نظر دوڑائی وہاں برتن دھونے والا صابن نہیں
 نہیں تھا اس نے کمر اسانس لے کر پاؤں میں ہاتھ چلایا
 اور کینٹ کھول کر دیکھنے لگا۔ چکن میں برتنوں کے علاوہ
 کچھ نہیں تھا۔ سارا سامان ملائے والا تھا۔
 ”لگے دن، ایک تو آفس میں اس کا پہلا دن تھا
 دوسرے دن مارکیٹ چلا گیا تو اسے گھر پہنچنے میں زیادہ دیر
 ہو گئی۔ شام ڈاکیٹ ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منگول کر
 کے اس نے دروازے کی کھٹی بجائی۔ تھوڑی دیر بعد
 گیٹ پر آہٹ ہوئی اور پھر ایک سولائی آواز آئی۔
 نفل نے چونک کر گیٹ کو یوں دیکھا جیسے گیٹ کے پار
 اسے وہ چو نظر آئی جائے گا۔

”میں نفل، کل انیکسی میں شفت ہوا ہوں۔“
 اس نے اپنا پورا تعارف کروایا کہ چائیں وہ اسے جانتی
 بھی ہے یا نہیں۔ اس کے بتانے پر قدموں کی آواز
 سنائی دی جیسے کوئی واپس اندر چلا گیا ہو۔ وہ جی بھر کر
 حیران ہوا اور اب کی بار اس نے ہاتھ سے گیٹ پر
 دستک دی تھی۔ دوبارہ قدموں کی آواز آئی اور اب کی
 بار گیٹ کھل گیا۔ خاور انکل سامنے کھڑے تھے اور ان

کی شکل دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ نفل سے
 آئے ہیں۔
 ”اسلام علیکم۔“ اس نے جلدی سے سلام کیا
 ”وعلیکم السلام۔“ وہ کافی سنجیدگی سے بولے
 کے راستہ دینے پر وہ اندر آ گیا۔
 ”بیٹا ایک بات کہنی تھی۔“
 ”جی انکل۔“ وہ جاتے جاتے مرکوز کھینے لگا۔
 ”میں ذرا جلدی سوچا ہوں اور گھر میں صرف
 اور میری بیٹی ہوتے ہیں اور اتنی لیت، ہم گیٹ
 کھولتے۔“

نفل جی بھر کر شرمندہ ہوا۔ ”سوری انکل،
 بیک میں میرا پہلا دن تھا وہاں سے لپٹ نکلا پھر کچھ
 کچھ سامان لیتا تھا۔ مارکیٹ کا مجھے پتا نہیں تھا سواں
 بھی کوئی نہیں تھی میرے پاس اس لیے دیر ہوئی کہ
 دھیان رکھوں گا۔“ آخر میں وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ
 بلا کر اندر کی طرف مڑ گئے۔ جبکہ نفل کی شرمندگی
 جگہ غصے نے لے لی۔

”عجیب لوگ، دس بجے سو جاتے ہیں۔“ دروازہ
 کھولتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔
 ”گھر نہ ہوا ہو کل ہو گیا۔ اتنے بجے اٹھو اتنے
 سوو ایسے نہ کرو ویسے کرو۔“ اس نے شاید زکو میز
 پر بٹھا۔

”ابو نے بھی پتا نہیں مجھے کس مصیبت میں چھن
 دیا عجیب کمزور بڑو لوگ ہیں۔ بیٹی اور اندازہ نہیں کھول سکے
 پردے کی بولو۔“ اس نے کلستے ہوئے اس کو عجیب
 سامان دیا اور بازار سے لائی ہوئی بریلی پلیٹ میں نکالے
 لگا۔

وہ ہاتھ دوم سے نکلا تو اس کا موبائل بج رہا تھا
 اسکرین پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹ مسکرا اٹھے
 تھے۔

”بیلو۔“ اس کی بیلو کے جواب میں دوسری طرف
 سے گلیوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا تھا۔
 ”ہیل، کیڈن، ٹیڈیٹ جیسے نام تمہارے لیے ہے
 ہیں۔“ نفل نے مسکراتے ہوئے موبائل کندھے او

مر کے درمیان اٹکایا اور دوسرے ہاتھ سے برش
 لے کر لگا۔

”کیا بات ہے، تجھے پراتنا پاریکیں آ رہا ہے۔“
 ادا کا وہ اور بھر کا تھا۔

”شرم تو تمہیں چھو کر بھی نہیں گزری تو نفل میں
 شاید تمہیں گلیاں بوسے رہا ہوں کلن کی میل ہٹا کر سنو
 تو نالی دے گا۔“

”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے سلطان مراد کہ
 میں ابھی ابھی ناکر آیا ہوں۔ کلن بھی صاف کیے ہیں
 میں نے یہ ایک بات ہے مجھے گلیاں بھی پھول کی
 طرح لگتی ہیں۔“ وہ بھی پورا ڈھیٹ تھا۔
 ”الٹنٹ جو تم پر۔“ سلطان جل کر بولا۔

”مولائی، تو آواز ہے جناب کی۔“ وہ ایک نظر خود کو
 آئینے میں دیکھ کر بیڑی کی طرف آ گیا۔

”جہیں اتنی تفتیش نہیں ہوئی کہ تم مجھے بتا دیتے کہ
 تم لاہور جا رہے ہو۔ وہ تو آج میں گھر گیا تو پھوپھو نے
 بتایا کہ تم لاہور گئے ہو پھوپھو کے سامنے شرمندہ کروا دیا
 مجھے یہ دوستی ہے ہماری یہ وہ تم میرے لنگوٹھے بار۔“
 اس کی اصطلاح پر نفل قہقہہ لگا کر نرس پڑا۔

”معاف کرو دیار اسب کچھ اتنی جلدی ہو کہ بتانے
 کا نام نہیں ملا۔“

”بکواس نہ کرو نفل! سنا تمہاری پھوپھی لگتی
 ہے جسے بتا کر آئے ہو۔“

”ادہ! تو تمہیں غصہ اس بات کا ہے۔“ نفل نے او
 کو لہسا کھینچا۔

”نہیں، مجھے غصہ اس بات کا ہے کہ تم گئے کیوں
 بتائے بغیر اور میرے بغیر۔“

”یار بتایا تو ہے اچانک جا ب لیٹر آ گیا اور دوسرا میں
 غصے میں تھا ابو نے اچانک غم دے دیا کہ ان کے
 دوست کے گھر فیسوں اور جہاں تک ساتھ کی بات ہے
 تو اس نے مجھے فون کیا تھا میں نے نہیں اور تمہیں آج
 نہیں تو کل میں فون کرنے والا تھا۔“

”رہے اب میری آواز سن کر تمہیں یاد آیا کہ
 مجھے بتانا تھا۔“ سلطان اب قدرے ناراضی سے بولا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت	مصنفہ	کتاب کا نام
500/-	آحمد یاش	ایماندوں
1000/-	راحہ جبین	زیر موسم
500/-	رخسانہ گارعدنان	زندگی ایک روشنی
200/-	رخسانہ گارعدنان	خوشبو کا کوئی گھر نہیں
500/-	شادیہ چھتری	جہول کے دروازے
250/-	شادیہ چھتری	جرم نام کی شہرت
450/-	آسیر مرزا	ایک دل کی شہرتوں
500/-	فاطمہ طاہر	آنکھوں کا کھر
600/-	فاطمہ طاہر	بہول سلیمان تیری گلیاں
250/-	فاطمہ طاہر	چھان دے دیکھ کالے
300/-	فاطمہ طاہر	پیرگیاں یہ چہارے
200/-	غزلہ مزین	میں سے عورت
350/-	آسیر مرزا	دل اسے ڈھونڈ لایا
200/-	آسیر مرزا	کھنکھانے کی خوب
250/-	نورہ یاسین	دل کو مرنے والی سے
200/-	ہتری سعید	انام کا چاند
500/-	انفاس آفریدی	رنگ خوشبو ہوا بادل
500/-	رضیہ جمیل	درد کا طے
200/-	رضیہ جمیل	آج کلن پر پانچویں
200/-	رضیہ جمیل	درد کی منزل
300/-	جمہور قریشی	میرے دل سے سنا
225/-	نبوتہ قریشی	تیری راہ میں نول کی
400/-	ایم شکارفر	شام زرد



”اب ناراض بیویوں کی طرح اٹھتے ہی رہو گے یا کچھ بولو گے بھی۔ سخت نیند آ رہی ہے، صبح پھر جلدی جاتا ہے۔“

”جا، مر جا۔“ وہ غصے سے بولا۔
”بول بٹا۔“
”میں بھی لاہور آ رہا ہوں۔“ آخر کار ملی جھلی سے باہر نکلی تھی۔ نونہل کی بند ہوئی آنکھیں پوری طرح کھلی گئیں۔

”کیوں کا کیا مطلب؟ مجھے وہاں جاب نہیں ملی سکتی کیا، تمہیں کیا لگتا ہے لاہور والوں نے بس تمہیں جاب دینے کا تھک لیا ہوا تھا۔“ کیوں کے جواب میں وہ طنز بولا۔

”اور میں رہوں گا بھی تیرے ساتھ۔“ سبطین کے کہنے پر وہ لپٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”دماغ خراب ہے تمہارا میں خود ہی زار بیٹھا ہوں۔ پتا نہیں انہوں نے کتنی مشکل سے مجھے رکھا ہوا ہے۔ اب تم بوجھ بن کر آ جاؤ گے تو تمہیں چھوڑ مجھے بھی نکال دیں گے۔ آگے ہی آج دیر سے آنے پر انہوں نے مجھے اتنی باتیں سنائی ہیں۔“

”یہ سب مجھے نہیں پتا میں بس صبح آ رہا ہوں۔ ایڈریس تم بھیج رہے ہو یا میں اکل سے رابطہ کر لوں۔“

”فٹے منہ تمہارا سبطین، بن بلائے مہمان بن رہے ہو۔“

”جو بھی سمجھ لو بس ایڈریس بھیج دو میں صبح پہنچ جاؤں گا۔“ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ جبکہ نونہل نے بے ساختہ ہاتھ کا مہکا پتا کر بیڑ پر مارا۔

نونہل کی بات سن کر کچھ دیر کے لیے خاور صاحب کچھ بولے ہی نہیں نونہل بھی نظرس جھکا کر بیٹھ گیا۔

”انکل وہ میرا مومن ڈاؤ ہے اور بہت شریف لوکا ہے اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں تو ابو سے فون کر کے پوچھ لیں۔“

خاور صاحب نے سنجیدہ نظر نونہل پر ڈال دیا۔ پہلے ہی پتا چکا ہوں میرے ساتھ ایک جوان بیٹی کا ہے، میں نہیں چاہتا لوگوں کو باتیں کرنے کا ملے۔“

اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتے نونہل بول پڑا۔ آپ کو ہم دونوں کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں اگر کوئی پریشانی ہوئی تو ہم اسی وقت یہاں سے جائیں گے۔“ خاور صاحب نے گہرا سانس لیا۔

”تھک ہے بیٹا۔“ وہ کھڑے ہو گئے۔
”کب آ رہا ہے تمہارا کزن؟“
”آج پہنچ جائے گا۔“ نونہل بھی کھڑا ہو گیا۔

وہ جب بس سے اترتا تو ٹھنڈ اور دھند نے اسے استہلال کیا۔ اس نے دونوں ہاتھ آپس میں رکھ کر پھر انہیں جیکٹ کی جیبوں میں گھسایا۔

”یار! اتنی سردی ہے۔“ اس نے بچتے دانستہ طور پر جتنی سے ایک دوسرے پر جھلیا اور بیک اٹھا کر ڈاؤن اسٹیشن سے باہر آ گیا۔

اس نے ایک دھڑکنے والے کورڈ اور اسے نونہل بھیجا ہوا تھاپا تو اس نے سر ہلا کر اسے بٹھالیا۔ سڑکا پر کٹائی ہوئے کھوٹے کے بعد سبطین نے آٹا کر پوچھ لیا۔

”بھائی کب پہنچیں گے۔“
”بھائی صاحب کالونی کے نزدیک پہنچ گئے ہیں آگے کار سٹہ تمہیں معلوم ہو گا۔ تم بتاؤ اس سڑک جاتا ہے یا اس سڑک پر۔“

سبطین کے چوہہ طبق روشن ہو گئے۔
”تمہیں پتا نہیں کدھر جاتا ہے۔“ اتنی سردی میں پچھلے پونے گھنٹے سے وہ اسے گھمرا رہا تھا اور اسے ایڈریس بھی پتا نہیں تھا، یہ سن کر سبطین کا غصہ س

نیزہ پر پہنچ گیا تھا۔

”جب تمہیں پتا نہیں تھا تو مجھے بٹھانے کا ضرورت کیا تھی؟“ وہ غصے سے بولا۔

”اب مجھے کیا پتا کہ تمہیں اپنے گھر کا پتا نہیں معلوم۔“ ڈرائیور نے ہنس کر جیسے اس کا مذاق اڑایا تو سبطین کا دل چاہا مگر اس کے اگلے دانت توڑ دے اور اس نے شیشے سے سبطین کا چہرہ دکھا تو دانت خورا

”یہ مارکیٹ ہے، یہاں سے پوچھتا ہوں شاید پتا چل جائے۔“

یہ کہہ کر وہ رکشہ سے اتر گیا۔
وہ مارکیٹ سے اپنا مطلوبہ مسلمان لے کر نکلی تو دروازے میں ہی جم کر رہ گئی۔ اس کی گاڑی کے پیچھے رکشہ اور سائیکل گاڑی کھڑی تھی حالانکہ اس نے اپنی گاڑی ایسی جگہ ٹھہری تھی کہ واپس نکلنے میں آسانی ہو اس نے گہرا سانس لے کر اپنی کھڑکی پر قابو پانے کی کوشش کی اور کار کی طرف بڑھ گئی۔ شاہر زانور رکھ کر پہلے دوسری کار کی طرف آئی اندر کوئی نہیں تھا۔

وہ واپس ہو کر رکشے کی طرف آئی جہاں پیچھلی سیٹ پر کوئی بیٹھا سے ہی دیکھ رہا تھا۔

”ایک سیکیورٹی، کیا آپ یہ رکشہ پیچھے کر سکتے ہیں مجھے اپنی کار نکالنی ہے۔“ وہ سبطین سے مخاطب ہوئی۔

”وہ رکشہ ڈرائیور اندر گیا ہے۔ آپ کی کار کون سی ہے۔“ سبطین نے یونہی پوچھ لیا۔

”وہ آگے جو سفید مہران ہے۔“ وہ انگلی سے اشارہ کر کے بتانے لگی سبطین نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔

”وہی ہے آپ کا رکشہ؟ آگے کے رائٹ سائڈ پر دیکھ لیں گا رکشہ کی سیٹیں کتنی بڑی ہیں۔“

”فاریہ! یہ آپ کا رکشہ ہے۔“ فاریہ نے ہنس کر سبطین کی شکل دیکھی، وہ یہ پتا جاتی تھی لیکن نہ جانتی کہ اس نے سرفروشی میں بلایا اور واپس آ کر اپنی

”یار! یہاں کے لوگ بہت عجیب ہیں۔ احسان

”میں ہوں، پتا نہیں کون سے کدھر قاف میں رہ رہے ہو۔“

”تم ہو کہاں؟“ سبطین نے سر اٹھا کر اس مارکیٹ کا نام پڑھا اور نونہل کو بتایا۔

”تم قریب ہی ہو، وہیں ٹھہرو میں آ رہا ہوں۔“

”تو قریب تھا اور تمہیں مل نہیں رہا تھا؟“ رکشے والے کو فارغ کر کے اس نے بیک اٹھایا تو نونہل نے

”یار! یہاں کے لوگ بہت عجیب ہیں۔ احسان

کار میں بیٹھ گئی اور لوکلائٹ میں اس نے کاروائی میں جگہ بائیں میں گھما کر ریورس کی تو کار الٹی سمت میں جانے لگی اس نے جلدی سے بریک لگائی اور مرر سے رکشے کی طرف دیکھا، سبطین کا چہرہ کدھر کر اسے بے حد غصہ آیا تھا جو ہنسی ضبط کرنے کے چہرے میں ہونٹ

بھیج رہا تھا اس نے گاڑی بند کی اور باہر نکل آئی۔

”کس خوشی میں آپ کو ہنسی آ رہی ہے؟“ وہ ایک دم اس کے سر پر ہاتھ کر غصے سے پوچھنے لگی۔ سبطین پہلے تو حیران ہوا پھر اسے اس لڑکی کا انداز دیکھ کر غصہ آ

”کیوں شیشے پر پابندی ہے۔“ وہ بھی اٹا بولا۔

”اتنی ہی ہنسی آ رہی ہے تو گاڑی یہاں سے نکل کر جتاؤں۔“ سامنے کھڑی لڑکی کا پہنچ کر نا انداز سبطین کو

پانے کے لیے کافی قلعہ بندی سے رکشے سے اتر آ۔

”چال۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر چال ہانگی جو بڑی بے نیازی سے فاریہ نے اسے تھما دی۔ سبطین نے وہ

منٹ میں کار پارکنگ سے نکال کر سڑک پر کھڑی کر دی۔ فاریہ نے دل میں شکر ادا کرتے ہوئے اس سے

چال لی اور اس کا شکریہ ادا کیے بغیر گاڑی بھاگنے لگی۔

وہ رکشے والے کو دیکھ رہا تھا جو ایک دکان سے دوسری دکان میں جا رہا تھا۔ بھی اس کا موبائل بجلا۔ نونہل کی

کال تھی۔

”کہاں ہو یا ر! اب سے انتظار کر رہا ہوں۔“

”میں ہوں، پتا نہیں کون سے کدھر قاف میں رہ رہے ہو۔“

”تم ہو کہاں؟“ سبطین نے سر اٹھا کر اس مارکیٹ کا نام پڑھا اور نونہل کو بتایا۔

”تم قریب ہی ہو، وہیں ٹھہرو میں آ رہا ہوں۔“

”تو قریب تھا اور تمہیں مل نہیں رہا تھا؟“ رکشے

والے کو فارغ کر کے اس نے بیک اٹھایا تو نونہل نے

”یار! یہاں کے لوگ بہت عجیب ہیں۔ احسان

”میں ہوں، پتا نہیں کون سے کدھر قاف میں رہ رہے ہو۔“

”تم ہو کہاں؟“ سبطین نے سر اٹھا کر اس مارکیٹ کا نام پڑھا اور نونہل کو بتایا۔

”تم قریب ہی ہو، وہیں ٹھہرو میں آ رہا ہوں۔“

”تو قریب تھا اور تمہیں مل نہیں رہا تھا؟“ رکشے

والے کو فارغ کر کے اس نے بیک اٹھایا تو نونہل نے

فراموش اور جھوٹے، ابھی ایک لڑکی سے پوچھا۔ اس نے کہا یہ ایڈریس یہاں ہے ہی نہیں۔ ”سبیلین کو اب رہ کر اس لڑکی پر غصہ آ رہا تھا جو نہ شکریہ ادا کر کے گئی تھی اور نہ بتاتا تھے کئی تھی۔“

”چھوڑو! راب پتہ کج گئے۔“

”تم نے اپنے انکل سے بات کر لی تا میرے بارے میں۔“ سبیلین نے اعتراض کیا۔ ”پوچھا۔“

”ہاں کر لی تھی انہیں اعتراض تو ہوا تھا پر مان گئے پھر۔“

”اعتراض کیوں تھا انہیں۔“ سبیلین کو آج چھوٹی چھوٹی باتیں محسوس ہو رہی تھیں۔

”یار تم رہی نہیں انہیں ہر بات پر اعتراض ہے۔ دیر سے کیوں آئے یہاں لڑکے نہ آئیں یا ہر لان میں ہر وقت نہیں جاسکتے پھرتے کھڑے نہیں ہو سکتے۔“

”پوچھا۔“ سبیلین نے اچھا کوسا کر کے چیخا۔

”اور اس کی وجہ ان کی انگوٹھی بنی ہے۔“ توکل نے منہ بنا کر کہا۔

”کیا اچھی نہیں ہے۔“

”جیسے کیا پتا نہیں نے کون سا دیکھی ہے۔“

”تو تم اتنا منہ بنا کر اس کا ذکر کیوں کر رہے ہو۔“ سبیلین نے حیران ہو کر پوچھا۔

”عجب ہے یار! اس دن میں واپس آیا تو بجائے گیت کھولنے کے اتنی سڑی میں کھڑا کر کے اندر چلی گئی۔ زہر لگتی ہیں مجھے ایسی لڑکیاں جو فضل میں پردہ کرنے کی اینٹنگ کرتی ہیں۔“

”کیا یہ وہی ہے جس میں ایسی ہو! اینٹنگ نہ کرتی ہو۔“

”جو بھی ہے یار! ہر حال اس گھر میں کرلو سسٹم ہے۔“

”چھوڑو تا یار! ہمیں کیا لینا دنا اس لڑکی سے۔“ سبیلین نے جیسے بات ختم کی تو توکل اسے دیکھ کر کہہ گیا۔ اب اسے کیا تا تا اس کے ابو کیا سوچ کر بیٹھے ہیں۔

وہ گھر میں داخل ہوئی تو بھابھی کے ساتھ بیٹھ کے بھائی کو دیکھ کر اس کے منہ پر ہنسنے لگے۔

”لو فاریہ بھی آگئی۔“ اسے دیکھ کر بھابھی نے ناصر کیسی نکال کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ منہ بنا کر اندر طرف بڑھنے لگی۔

”فاریہ! تمیز بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ تمہیں ا توقع نہیں ہوئی کوئی مہمان بیٹھا ہے اسے سلا۔“

”وہ جاتے جاتے بیٹھ کر تمہو بھابھی کو کھینچنے لگی۔“

”کون مہمان؟“ اس نے حیران ہونے کی بھر

ایکٹنگ کرتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔

”میں ناصر کی بات کر رہی ہوں۔“ اپنے بھائی

آنور کیا جانا بھابھی کو زیادہ ہی برا لگا تھا۔

”یہ مہمان ہیں۔“ فاریہ نے انگلی سے ناصر کی طرف اشارہ کیا۔

”معاف کیجیے گا بھابھی! ہر روز آنے والے کو مہمان نہیں کہتے۔“ وہ بے نیازی سے بولی تو شو کے غصے کے مارے تنہی چھوٹا شروع ہو گئے۔

”چھوڑو شو! تم بھی کیا بحث لے کر بیٹھ گئی ہو۔“ ناصر نے حالات دیکھ کر سن کو ٹوکا۔

”تم بتاؤ فاریہ کیسی ہو۔“

”آپ کے سامنے ہوں۔ اپنے باؤں سے چل کر آئی ہوں تو ٹھیک ہی ہوں کی نا۔“ کہہ کر وہ رکی نہیں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”اس کا تو ہر وقت دل مساتویں آسمان پر ہوتا ہے۔ تم اس کی خوشامد کر کے مزید ناؤ کے صاف پڑھا دیتے ہو۔“ شو نے ناراضی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

”تم بھی شو! چھوٹی چھوٹی بات پر فحشو لوز کر جاتی ہو۔“ ناصر کے کہنے پر وہ بھڑک اٹھی اور اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتی اطلاعی کھینچ کے بیٹھے پر شو منہ بناتی اٹھ گئی۔

”اتنی برنگادی کب سے انتظار کر رہی ہوں۔“

”سو رہی امی مارکیت میں دیر ہو گئی آپ کی دوائیں مل رہی تھیں۔“ وہ شاہر زبید برکھ کر خود بھی ان کے

لوہ لٹ گئی۔ تبھی بھابھی کی چیخیں چٹکھاؤٹی گواڑ پر ہماں فاریہ نے ہراسا منہ بنایا وہیں نصرت نے کھرا کر اردازے کو دیکھا۔

”یہ شو کیوں چیخ رہی ہے اس کو کیا ہوا ہے۔“ نصرت نے پریشانی سے اپنی انگوٹھی لاڈلی بنی کر دیکھا۔

”پھر تم نے تو کچھ نہیں کروا۔“

”جیسے تو کبھی بھی پتا نہیں چلتا میں نے کچھ کیا ہے۔“

”وہ بھی آکر بتائیں گی کہ میں نے کیا کیا ہے۔“ وہ کہہ کر شہر نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

”فاریہ! ساتھ والے آئے ہیں۔ تمہاری بی بی ان کے طوطے کھا گئی ہے۔“ ان کی بات سن کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جس پر شو مزید غصہ بنا کر ہو کر لگی۔

”اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے۔“

”تو اس میں رونے والی بھی کوئی بات نہیں اور آپ نصرت ایسے کر رہی ہیں جیسے طوطے کئی فی نے نہیں میں نے کھائے ہوں۔“

”بی بی تو تمہاری ہے نا وہ منہ چڑھی جب دیکھو کوئی نہ کوئی نقصان کر کے اندر آتی ہے۔“

”اور تم چیخ نہیں ہو فاریہ کہ ہر وقت تمہارے تماشے لگے ہوں اتنا ان بیچوری بیویہ ہوتا ہے تمہارا نقصان تم کرتی ہو اور برداشت نہیں کرتا بڑا ہے۔ ان لوگوں نے باہر سے طوطے مشکوئے تھے۔ پتا ہے کتنے مہنگے تھے وہ ہر جانہ بھی ہمیں بھرنا دے گا۔ اس دن اپنے بھائی کی گاڑی تم نے خراب کر دی وہ بھی نوید کو بھیج کر دانی پڑی۔“ بھابھی کو موقع ملا تو وہ پچھلے کھاتے بھی کھول کر بیٹھ گئی تھیں۔

”آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کسی بھی چیز کی وجہ سے جہاں تک گاڑی کی بات ہے، خراب ہونے والی چیز تھی، خراب ہو گئی پھر ٹھیک بھی ہو گئی۔“

”بھائی کو براہم ہوئی چاہیے تھی! نہیں تو نہیں ہوئی پھر آپ کو کیوں دکھ ہو رہا ہے۔“

”تم فاریہ۔“

”فاریہ! ہو ٹھیک کہہ رہی ہے، تم خاموش ہو جاؤ۔“ شو کو مزید منہ کھولنا دیکھ کر نصرت کو فاریہ کو ٹوکنا برا لگا، ماں کو غصے میں دیکھ کر فاریہ نے مزید بحث کرنے کا ارادہ ملوثی کر دیا۔

”جہاں تک ان طوطوں کی بات ہے انکل خورشید سے میں خود بات کر لوں گی اگر پیسے انگلیں گے تو وہ بھی میں خود دے دوں گی آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ کہہ کر لمارہی سے پڑے نکلتے لگی۔

”ناصر آیا ہوا ہے ہمیں اتنی توقع تو نہیں ہوئی سلام کر لو اب کم از کم کھائے بیٹے کی رحمت کرلو۔“

”جاؤ فاریہ! چائے بناؤ۔“ اس کا انکار کرنے کا موڈ دیکھ کر پھر نصرت کو ٹوکنا پڑا تو وہاں کاندہ دیکھ کر وہ کئی بھر منہ بناتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

”آئی! آپ سمجھا میں فاریہ کو کچھ نہیں ہے جو ہر وقت اوٹھم چائے رکھتی ہے۔“

”میں سمجھاؤں گی اسے۔“ نصرت اس سے نواہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔

نصرت بیگم کے وہی بچے تھے نوید اور فاریہ، فاریہ نوید سے سات سال چھوٹی تھی۔ فاریہ جب بارہ سال کی تھی تو اس کے ابو کا انتقال ہو گیا۔ چھوٹی سی عمر میں بچہ چیم ہو گئے تب نوید نے ہی گھر کی اور ماں، سن کی ذمہ داری اٹھالی۔ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ بھائی کی لاڈلی بھی تھی۔ نوید کی شادی ہو گئی تو نصرت کا خیال تھا نوید کی محبت میں کمی آجائے گی لیکن ایسا ہوا نہیں۔ فاریہ لاڈلی تھی لیکن لا پرواہ اور بے حس نہیں تھی۔ لیکن شو کو نوید کی فاریہ سے محبت گوارا نہیں تھی وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا چڑھا کر نوید کے کان بھرتی تھی اس کا دل چاہتا تھا نوید فاریہ کے لاڈ اٹھانا بند کر دے لیکن بھائی، سن کی محبت ہنوز قائم تھی۔ شو کا بھائی ناصر جو ہر وقت اوٹھ رہا یا جاتا تھا اس کا رجان فاریہ کی طرف تھا اور شو کو فاریہ اس وجہ سے بھی ناپسند تھی۔ جبکہ دوسری طرف معاملہ بالکل الٹ تھا فاریہ کو نہ شو پسند تھی اور نہ ناصر بلکہ اسے ناصر سخت ناپسند تھا۔



وہ گہری نیند میں تھا جب اسے لگا کوئی زور زور سے اس کا کندھا ہلا رہا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور سبطین کو دیکھ کر اس کا دل چاہا اس کا منہ توڑ دے۔
”کیا آفت نازل ہو گئی تم پر جو یوں مجھے ہلا رہے ہو“

”مجھے بھوک لگی ہے۔“ جواباً وہ منہ لٹکا کر بولا تو نوقل کو بیٹھے بیٹھے جھٹکا لگا۔

”میں کیا تمہیں تمہاری امی لگ رہا ہوں۔“
”میری امی اتنی خوفناک نہیں اور نہ اتنی بد لحاظ ہیں۔“ سبطین نے منہ بنا کر کہا۔

”بات ایسی ہے میاں نازک! میں روز اپنا ناشتہ خود بناتا ہوں۔ اب تم آئے ہو تو اپنا ناشتہ خود بناؤ بلکہ ایسا کرو اپنا بناؤ گے تو میرا بھی بنا دینا۔“ کہہ کر وہ خود اطمینان سے لیٹ گیا۔

”اٹھ جاؤ نایار! کچھ بناؤ، سچ بڑی بھوک لگی ہے۔“ سبطین نے ایک دفعہ پھر اسے جھجھوڑ ڈالا جواباً اس نے زور سے ٹانگ ماری تھی۔

”سنا نہیں خود بناؤ۔“
”میں نے کبھی چائے بھی نہیں بنائی، ناشتہ تو بڑی دور کی بات ہے۔“ وہ بے بسی سے بولا۔

”میں نے ٹھیک تمہارا نام سوچا ہے مسٹر نازک، تمہارا حساب تو اس پھوڑ لڑکی والا ہے جو منہ میڑھا کر کے کہتی ہے مجھے تو اٹھ بھی ابا بنا نہیں آتا۔“ اتنی زنانہ مثال پر سبطین نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔
”گر لو باتیں جتنی کرنی ہیں، میرا وقت بھی آئے گا۔“

”جب آئے گا تب دیکھا جائے گا فی الحال جا کر ناشتا بناؤ اور ایک بات گھر سے باہر رہنے کا اتنا شوق تھا تو کچھ سیکھ کر نکلتا تھا۔ یہاں تمہاری امی اور بہن نہیں ہیں بیٹا جی لاؤ اٹھانے کے لیے۔“ چلو شاباش۔“ آخر میں اس نے پچکارا تو سبطین نے غصے سے اس کے سر کے

پچھے سے تکیہ کھینچ کر اس کے منہ پر دے مارا۔

”تم سے منہ ماری کرنے سے بہتر ہے میں کچھ جا کر چیزوں سے سر پھوڑ لوں۔“ وہ غصے سے کہتا ہوا کی طرف بڑھ گیا۔ فریج سے بریڈ نکال کر اس نے جلا کر تو ا اور رکھا اور اس پر آئل ڈالا۔ بریڈ اوپر ڈالے ہوئے اس کا ہاتھ گرم گرم توتے کے کنارے کو چھو جواں اس نے زوردار چیخ ماری۔

اس کے چیخنے پر جہاں نوقل چھلانگ مار کر بیڑا اٹھا تھا وہیں انیسکی کے کچن سے منسلک شرمین کاہ تھا۔ چیخ کی آواز پر ساس بہن اس کے ہاتھ سے چھو کر چیخ کر اٹھا۔ اس نے گھبرا کر دیوار کے پار یوں دھا جیسے سب نظر آئی جائے گا۔ دوسری طرف۔ مردانہ آواز میں دہائیاں جاری تھیں۔

”ایک کام کہا تھا تم سے پھوڑ آوی، اوہ بھی تم نہیں ہو۔“

”تمہیں کھانے کی پڑی ہے ذلیل آدمی، میرا ہاں۔“ جل گیا ہے۔“ سبطین نے اپنا ہاتھ جھٹکتے ہوئے غصے سے نوقل کو دیکھا۔

”تو دھیان سے کام کرنا تھا نا۔“ نوقل نے منہ بناتے ہوئے اس کا ہاتھ دیکھا جو اچھا خاصا سرخ ہو رہا تھا۔

”رکو تو تھ پیسٹ لانا ہوں۔ برنال تو اس وقت گھر میں نہیں ہو گی۔“ کہہ کر وہ تیزی سے ہاتھ روم کی طرف بڑھا جبکہ سبطین نے بڑی خود ترسی سے اپنی سرخ ہتھیلی کو دیکھا۔

”کیا گرا ہے بیٹا۔“ برتن گرنے کی آواز سن کر خاور صاحب کچن میں آئے تھے۔

”کچھ نہیں ابو، ساس بہن گر گیا تھا۔“ وہ چائے کا پانی رکھتے ہوئے بولی۔

”ابو ساتھ والے کچن سے آدمیوں کے بولنے کی آواز آرہی ہے۔“ اس نے چینی ڈال کر انہیں دیکھا۔
”ہاں میں تمہیں بتانا بھول گیا تو نوقل کے ساتھ اس کا کرن بھی رہے گا۔“

”ابو! وہ حیران ہوئی۔“ آپ نے اجازت دے

دی۔
 ”تو دنیا اور کیا کرتا۔“ وہ لا چاری سے بولے۔
 ”ایسی بھی کوئی مجبوری نہیں تھی۔ یہ تو انہیں خود سوچنا چاہیے تھا کہ انہیں جگہ دی ہے اس پر اکتفا کرتے گاؤں کو بھی بلا لیا۔“
 ”چھوٹو بیٹا، میں ملا ہوں تو نفل کے کزن سے“ شریف لڑکا لگتا ہے۔
 ”ابو جی! کسی کے چہرے پر نہیں لکھا ہوتا۔“ وہ ناراضی سے بولی اور مرکز پر کئی ڈالنے لگی۔ خاور صاحب نے بغور اس کا رویہ انداز میں دیکھا۔
 ”تم ناراض نہ ہو میری گزرا! کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں نے سوچ سمجھ کر اجازت دی ہے۔“ خاور صاحب کے کہنے پر وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی تو وہ مسکرا کر باہر نکل گئے۔
 نفل جب تھوڑے پیرٹ لے کر آیا، سبطین دیوار سے کان لگائے باتیں سن رہا تھا۔ کان نہ بھی لگا تو بھی آواز کھڑکی اور دروازے کے راستے صاف آرہی تھی۔ خاور صاحب کی بیٹی تھی، ان کے بارے میں رائے زنی کر رہی تھی تو نفل نے غصے سے سبطین کو دیکھا۔
 ”نام نہ کیا فواری ہی ہیں مجھے۔“
 ”دشش۔“ سبطین اپنا بدرو نظر انداز کرتا ہوا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچن سے باہر لے آیا۔
 ”تم کہیں اتنا غصہ کر رہے ہو۔“
 ”غصہ کرنے والی بات نہیں ہے کیا؟ ہم کیا لیتے آوارہ غنڈے ہیں جو ان کے گھر میں رہنے سے ان کے گھر کا امن و سکون برباد ہو جائے گا۔“ غصے میں نفل نے پیٹ سبطین کے ہاتھ پر ڈال دی تھی۔
 ”یار اس لڑکی نے اتنا برا بھی نہیں کہا۔ احتیاط اچھی ہوتی ہے۔“ سبطین نے نفل کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔
 ”احتیاط اچھی چیز ہے مجھے بھی پتا ہے لیکن جلنے بغیر وہ اعتراض کیسے کر سکتی ہے۔ مجھے تو پہلے ہی اس لڑکی کا انداز پسند نہیں آیا۔ پہلے مجھے منظور تھی مگر لیکن منظور ہونے کے ساتھ بد تمیز بھی ہے۔“ نفل نے اپنی رائے بیان کی تو سبطین نے گہرا سانس لیا۔
 ”چھوڑنا یا رازناہ اعتراض اس نے مجھ پر کیا ہے مجھے تو برا نہیں لگا تمہیں کیوں لگ رہا ہے۔“
 ”مجھے اس لیے برا لگ رہا ہے کہ ایک لڑکی مجھے برا ہی نہیں اور آنے سے پہلے ابو مجھ سے کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اس لڑکی کو میرے لیے پسند کیا ہے میں اسے دیکھ لوں۔“
 ”واقعی؟“ سبطین اچھل کر بولا۔
 ”تمہیں بدی خوشی ہو رہی ہے۔“ نفل نے ناگواری سے اس کو دیکھا۔
 ”یار! خوشی کی ہی تو بات ہے۔ اگر انکل آئی نے اس لڑکی کو تمہارے لیے پسند کیا ہے تو یقیناً اس میں کوئی بات ہوگی۔“
 ”میں نے تمہیں بتایا تھا مجھے پسند نہیں۔“
 ”دیکھتے بغیر تم کیسے فیصلہ کر سکتے ہو۔“ سبطین نے ابو ایچا کر پوچھا۔
 ”نفل نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔
 ”تمہیں تم کسی اور کو پسند نہیں کرتے۔“ نفل نے چونک کر سبطین کو دیکھا جو اسے غور رہا تھا۔
 ”پسند تو نہیں کہہ سکتے لیکن سناؤ مجھے اچھی لگتی ہے بولہ ہے گاؤں ہے پر بڑے کی بڑی نہیں، شرمائے کی اینٹنگ لگی نہیں کرتی۔ سبطین نے افسوس سے سر ہلایا۔
 ”تمہیں یہ اس کی خوبیاں لگتی ہیں۔“
 ”مجھے اس کی یہ عادتیں پسند ہیں۔“ نفل نے اسے دیکھ کر کہا۔
 ”عورت کی جیسا اس کی خوب صورتی ہوتی ہے۔“
 ”بظاہر سناؤ کی جو باتیں تمہیں خوبیاں لگ رہی ہیں، پیوی بننے کے بعد وہ تمہیں خرابیاں لگنے لگیں گی۔ ہم مشقی مو ہیں، ہاں، بہن بڑی کے لیے ہمارے معیار کچھ اور ہوتے ہیں۔ سناؤ کی صرف تم سے ہی دوستی نہیں، تم جیسے اس کے اور بھی دوست ہیں۔ کیا تم یہ برداشت کر لو گے۔“
 ”وہ صرف اس کے دوست ہیں، شادی سے پہلے

میں اس کو کلینر کر دوں گا اور مجھے یقین ہے وہ میری خاطر خود کو بدلے گی۔“ سبطین بہت کچھ کہتا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

 وہ نما کر باہر آیا تو نفل کس جالے کی تیاری کر رہا تھا۔
 ”یہ تم اتنا بن ٹھن کر کہاں جا رہے ہو۔“ سبطین نے دونوں ابو ایچا کر پوچھا جو خود پر بے درخ پر ہیوم کا استعمال کر رہا تھا۔
 ”آج میری اینٹ شوٹ ہے۔“
 ”واقعی۔“ سبطین حیران ہوا۔
 ”پر انکل سے تو تم نے کہا تھا تم ڈانٹنگ نہیں کرو گے۔“
 ”ڈانٹنگ کا کہا تھا اینٹنگ کا نہیں۔“ وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔
 ”خصیث۔“ سبطین زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔
 ”تم چلو گے، تو نفل نے اسے آفری۔“
 ”ایئر کن جیڑ کا ہے۔“
 ”جیل ڈانٹنگ کا۔“
 ”کیا؟“ شرت کی طرف بڑھتا سبطین کا ہاتھ دہیں رک گیا۔
 ”تم نے بی ڈانٹو کا ایئر کر رہے ہو۔“ سبطین کا کھلا منہ دیکھ کر نفل نے قہقہہ لگایا تھا۔
 ”تمہاری ہونٹ شکل دیکھنے کے لیے ایسا کہا ہے۔ منہ بند کر لو، مہمی چلی جائے گی۔“ کہہ کر وہ بالوں میں برش کرنے لگا۔
 ”تو جی چھوٹو منہ سے، کس چیز کا ایئر کر رہے ہو۔“
 ”چائے کا ایئر ہے اب جلدی سے تیار ہو جاؤ عیارہ بچے وہاں پہنچنا ہے۔“
 ”تمہیں پندرہ منٹ ہو گئے تھے ٹیکسی کا انتظار کرتے ہوئے اور اب تو دونوں کوٹ کا شکار ہو گئے تھے۔“
 ”مڈر کی خوری سے میں تنگ آ گیا ہوں۔“ نفل نے اس کو اپنے نٹو کو اپنے چہرے پر پھیر کر تادیبہ کر دیا صاف کیا۔
 ”ٹیکسی آرہی ہے۔“ سبطین نے کہہ کر اور نفل نے دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔
 ”دوسرے ٹیک میں شارٹ کمل ہو گیا تھا۔ نفل اپنی کامیابی پر بڑا خوش تھا۔ سبطین اسے خوش دیکھ کر خوش ہو رہا تھا لیکن ساتھ ہی اسے حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔
 ”یہ جو تم اتنا خوش ہو رہے ہو، سوچا ہے، ایئر تو تم نے مجھ سے کیا ہے لیکن جب بی وی پر آئے گا تو پوری دنیا دیکھے گی اور اس دنیا میں تمہارے ای ابو بھی ہیں، ان کو کیا جواب دے گے۔“ ایک بل کے لیے نفل جی مسکرا ہٹ سکرمٹی تھی۔ اپنی خوشی میں وہ یہ بات بھول گیا تھا۔
 ”چھوٹو یار! ابھی میں یہ بات سوچ کر اپنی خوشی خراب نہیں کرتا چاہتا۔“
 ”مسٹر نفل! آگھر کچھ لیٹن، بہت اچھا شوٹ کروایا آپ نے۔“ ان دونوں کے پاس کھڑی لڑکی نے کہا تو وہ دونوں مرکز اسے دیکھنے لگے۔
 ”تھینکس۔“ نفل نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔
 ”میں نوشین خان ہوں۔“
 ”جی میں آپ کو جانتا ہوں۔ آج کل آپ کا ڈرامہ آن ایئر کر رہا ہے۔“
 ”جی ٹھیک پہچانا، پچھلے سیٹ پر میرے ڈرامے کی شوٹ ہے۔ ادھر سے گزر رہی تھی، آپ کی شوٹ دیکھی، اچھی لگی۔ سوچا آپ کو مبارکباد دے دوں۔ ہماری فائز سٹری کو آپ جیسے لیلینڈ اور ہینڈ سم لوگوں کی ضرورت ہے۔“ نفل نے جتنی نظروں سے سبطین کو دیکھا جو بمشکل ہنسی کنڈول کر کے کھڑا تھا۔
 ”تھینک یو فار یور کھیل منٹ۔“ نفل عاجزی سے بولا۔
 ”اگر آپ ڈرامے میں اینٹنگ کے خواہش مند ہیں تو بتائیے گا۔ ہمارے اگلے پلے میں ہمیں نئے فیس

کی ضرورت ہے۔ اگر آپ انٹرنیٹ پر توں ڈائریکٹر صاحب سے بات کر سکتی ہوں۔ مجھے امید ہے ان کو آپ کا کام پسند آئے گا۔

تو نفل کی کیا چھیں کل مٹی تھیں۔ ”ضرور۔“

”تو پھر اپنا بندہ دے دیں۔ بات بننے ہی میں آپ کو کل کروں گی۔ میرا نمبر بھی رکھ لیں۔“ تو نفل اپنا نمبر لکھوا رہا تھا اور سبب میں ارد گرد پھیلے گاٹی چروں کو دیکھ رہا تھا۔

تو نفل کا ٹائیڈی وی پر چل گیا تھا اور اس کو اتنا پسند کیا گیا تھا کہ اسے ایڈز کے علاوہ ڈراموں کی آخر بھی آنے لگی تھیں۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لیکن اس کی خوشی کو بریک تب تک جلی جب وہ کافون آیا۔ فون پر گالیوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ زیادہ ہی طویل ہو گیا تھا۔

”تمہیں کیا بھی تھا چھوڑو یہ فضول شوق لیکن نہیں، ہم ہی اگل ہیں جو تم پر بھروسہ کر کے تمہیں لاہور بھیجا اور تم جب کرنے کے بجائے یہ بھانڈوں والے کام کر رہے ہو۔“

”ابوئی تمہیں جاب کرتا رہا ہوں یہ تو میں نے شوقیہ ایڈ کیا ہے۔“

”مجھے تمہارا یہ شوق ہی نہیں پسند۔“ اب کی بار تو نفل خاموش رہا تھا۔

”بہر حال جو تم نے کرنا تھا وہ کر لیا۔ اب مجھے یہ بتاؤ“ غادر کی جی پی سے ملے ہو۔“ تو نفل نے بے ساختہ گہرا سانس لیا۔

”تمہیں ابو میری ملاقات نہیں ہوئی۔“ پہلے اس نے سوچا کہ انہیں بتا دے کہ اسے وہ لڑکی پسند نہیں لیکن ان کے خراب مزاج کو سمجھ کر چپ رہ گیا۔

”چلو کوئی بات نہیں میں اور تمہاری ماں اگلے ہفتے لاہور آ رہے ہیں۔ ہم کو بھی جی سے ملنا ہے۔ تم بھی ہمارے ساتھ جا کر دیکھ لیتا۔“ وہ پہلے سے سب ملے کیے بیٹھے تھے تو نفل نے بے ساختہ پھلوں لدا۔

”ابو جب آپ لاہور آئیں تو میری کار میں آئیں“ یہاں کنوینس کی بہت پرانہ ہے۔

”ٹھیک ہے لے لوں گا اور تم بھی اب یہ فضول

شوق چھوڑو۔“

”جی ابو۔“ وہ جان چڑھنے والے انداز میں جلد سے بولا اور فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

”کہاں جا رہی ہو۔“ وہ باہر کے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی جب شوقی کو آواز سن کر رک گئی۔

”شرمین کی طرف جا رہی ہوں۔“ اس نے رک کر بڑے کل سے جواب دیا۔

”بہی سکون سے گھر میں بھی بیٹھ جایا کرو۔“ شوقی کے طعنے انداز پر اس نے اسی محل سے جواب دیا۔

”تپ کو کوئی کام ہے مجھ سے۔“

”ضروری سے کوئی کام ہی ہو۔“ اس سے پہلے شوقی کوئی مزید بات کرنی نوید لاؤں جس داخل ہوا تھا۔

”کیا بات ہے“ گلیں اتنا شور کر رہی تھیں۔

”میری آواز تو آپ کو ہمیشہ شور ہی لگتی ہے۔“ شوقی نے براہ راست شوقی کو دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”میں فارسیہ کو کہہ رہی تھی، بہی سکون سے گھر میں بیٹھ جایا کرو۔“

”کیوں فارسیہ، کہاں جا رہی ہو۔“ توید نے اب براہ راست اس سے پوچھا تو وہ چلتی ہوئی نوید کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

”کلنی عرصہ ہو گیا ہے میں شرمین کی طرف نہیں گئی۔ کل اس کافون بھی آتا تھا تو اس سے ہی ملنے جا رہی تھی۔ یہ پاس ہی اس کا گھر ہے“ ابھی تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گی۔

”ٹھیک ہے تم جاؤ۔“ اس نے بار سے اس کا ہتھیار لیا تو وہ مسکرا کر گھڑی ہو گئی۔

”جگمگ بھی کل کرتے ہیں۔“ بجائے اس کے اس کو منع کرتے خود اسے اجازت دے دی جانے لگی۔

”نوید نے سنجیدگی سے شوقی کو دیکھا۔“ وہ جی نہیں ہے کہ اس کے آنے جانے پر یا ہر بات پر پابندی لگائی جائے۔ سمجھ دار ہے۔ دوسرا وہ جانتی کہ اس کی کسی

اس کی ولایت ہے اور شرمین کو میں بچپن سے جانتا ہوں، بچپن سے آتا جاتا ہے دونوں کا اور شرمین کے گھر میں ہے کون جس کی وجہ سے میں اس پر پابندی لگاؤں۔“ توید نے سوال انداز اختیار کیا۔

”کیا آپ کو بتا نہیں شرمین کے ابو نے دو لڑکے گھر میں کرائے دار رکھ لیے ہیں۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ فارسیہ، شرمین سے ملنے گئی ہے ان لڑکوں سے نہیں۔“ اب کے نوید نے براہ راست کہا۔

”میں تو آپ لوگوں کی بھلائی کی بات کروں تو بھی آپ کو بری لگتی ہے، پڑھائی سے فارغ ہوئی تو آپ اسے جاب کرنے میں دیتے۔ اس کی شادی کی بات کروں تو بھی آپ کو بری لگتی ہے کیا آپ کو اس کی شادی نہیں کرنی۔“

”کیوں نہیں کرنی پر کوئی دھمک کارشتہ بھی ملے نا۔“

”کیوں تمہاری نظر میں ہے کوئی رشتہ۔“

”ہے تو کسی پر پتا نہیں آپ کو پسند بھی آتا ہے یا نہیں۔“

”کون ہے۔“ توید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

”ناصر میرا بھائی۔“

”لا حول ولا قوت۔“ توید بے ساختہ بولا۔

”اس بات سے کیا مطلب ہے آپ کا۔“ شوقی کو برا لگا تھا۔

”کیا کمی ہے میرے بھائی میں۔“ وہ ہاتھ نہیا کر بولی۔

”کمی ناخونی ہے تمہارے بھائی میں۔“ جو اب ”نوید نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

”یہ خوبی کیا کم ہے کہ وہ میرا بھائی ہے۔ آپ سب کا دیکھا تھا بھلا ہے۔ دوسرا وہ فارسیہ کو پسند کرتا ہے اور سچ پوچھیں تو آپ کی بہن کی جو عادتیں ہیں، کوئی سمجھ دار آدمی تو اس سے شادی نہیں کر سکتا اور اگر مجھے اختیار کا موقع دیا جاتا تو فارسیہ بھی میری چوائس نہیں ہوتی۔“

”تو ناصر ہے جو بار بار کہتا ہے تو میں نے آپ سے بات کر لی۔“

”تمہارا یہ احسان میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔“ نوید

کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

”کہاں جا رہے ہیں، مجھے جواب تو دے کر جائیں۔“

”جواب ہی سمجھو میری طرف سے۔“ باہر نکلتے ہوئے نوید نے اٹک لگائی۔

”دونوں بہن بھائی ایک جیسے ہیں، عقل سے پیدل۔“

”بچھے سے شوگر کھ کر پونے لگی۔“

”تمہیں کہاں سے میری یاد آگئی۔“ فارسیہ سے گلے ملتے ہوئے شرمین نے بے ساختہ گلہ کیا تھا۔

”مجھے تو پھر بھی یاد آگئی، تمہیں تو اتنی توجہ نہیں ہوتی کہ مجھ سے ملنے ہی آجائے۔ یہ تین گھر چھوڑ کر ہمارا گھر ہے۔“

”کسے آتی بار! تمہیں پتا ہے میں باہر کم ہی جاتی ہوں پھر پچھلے دنوں ایو کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی تو بالکل بھی پتا نہیں ملا۔“

”اچھا، مجھے بتا دیتیں میں تمہاری ہسپتال کے لیے آجاتی۔“

”میں یاد دہیان ہی نہیں رہا۔ تم ساؤ آج کل کیا ہو رہا ہے۔“

”کچھ خاص نہیں گھر پر ہی ہوتی ہوں۔ کوئی گنگ کرلی ٹی وی دیکھ لیا۔ بھائی کی باتیں سن لیں اور ٹی وی کے ساتھ پارک میں واک کر لی۔“

”ارے ٹی وی بھی کئی ہے۔“ شرمین نے مسکرا کر باہر گھومنے کی کوشش کی۔

”بالکل اب ٹھیک ہیں۔“

”اب اس تو بہتر ہیں۔“

”کہاں ہیں۔“ فارسیہ نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

”آج کل انیسٹی میں ابو کے دست کا بیٹا اور اس کا کزن رہ رہے ہیں، اب ان سے ملنے گئے ہیں۔“

”ہوں۔“ فارسیہ نے ہنکارا بھرا۔

”کچھ کھاؤ گی۔“ شرمین نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں کیا بنایا ہے۔“

”کرے گوشت۔“
 ”چلو بچن میں چلے ہیں۔“ وہ اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔
 ”یار میں جاب کرنے آیا تھا صفائی کرنے یا کھانا پکانے نہیں۔“ سبطین نے جھاڑو دیتے ہوئے دہائی دی۔
 ”تمہیں شوق چڑھا ہوا تھا میرے ساتھ رہنے کا اب جھگڑو۔“ نوفل نے اپنی شرٹ استری کرتے ہوئے جواب دیا۔
 ”یار اہم کوئی کام دہائی بھی تو رکھ سکتے ہیں؟“ سبطین چمک کر بولا۔
 ”رکھ تو سکتے ہیں لیکن طے کی کہاں۔“ نوفل نے بھی اس کی خیال سے اتفاق کیا۔
 ”یار انکل سے بات کرتے ہیں۔“ یقیناً ”ان کے گھر کوئی کام دہائی آتی ہوگی۔“
 ”چائیں لیکن ضرورت کیا ہے، صبح ہم جاب پر چلے جاتے ہیں شام کو آتے ہیں۔“
 ”بتا ہے مجھے لیکن صفائی بھی تو کرنی پڑتی ہے باہر کا کھانا کھانا پڑتا ہے، برتن دھونے پڑتے ہیں۔“ سبطین زیادہ ہی اکتایا ہوا تھا تب ہی باہر کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔
 ”دیکھو کون ہے۔“ نوفل کے کہنے پر سبطین نے گھور کر اسے دیکھا۔
 ”تمہارے باؤں میں کیا مہندی لگی ہے، خود جا کر دیکھ لو۔“ دیکھ نہیں رہے میں بڑی ہوں۔“ اس نے جھاڑو ہوا میں لہرا کر کہا تو نوفل مسکراتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر خاور انکل کھڑے تھے۔
 ”اسلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ۔“
 ”میں تو ٹھیک ہوں بیٹا تم لوگ سناؤ۔“
 ”ہم بھی ٹھیک ہیں انکل۔“ وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا اندر آ گیا۔ سبطین نے جلدی سے جھاڑو ایک طرف پھینکی۔
 ”السلام علیکم انکل۔“
 ”وعلیکم السلام۔“ وہ مسکرا کر بولے۔ وہ اس کا

جھاڑو چھینکا تو دیکھ چکے تھے۔
 ”سبطین انکل۔“ سبطین شرمندگی مٹانے لیے جلدی جلدی بولا۔
 ”ابھی ہم آپ کو یاد کر رہے تھے۔“
 ”خیریت تھی۔“ وہ کچھ حیران ہو کر پوچھنے لگے۔
 ”جی خیریت تھی۔“ انکل کوئی کام کرنے والا مل سکا ہے ہمیں صفائی کے لیے، کھانا پکانے کے لیے برتن دھونے کے لیے کوئی کام دہائی چاہیے۔“
 ”اچھا۔“ وہ سوچ میں پڑ گئے۔
 ”ہمارے گھر کام کرنے والی ایک لڑکی آتی ہے اس سے بات کر کے دیکھنا ہوں اور شاید ٹھیک ہے۔“
 ”جی، ابو سے کل میری بات ہوئی تھی۔ وہ اگلے ہفتے لاہور چکر لگائیں گے۔“ خاور صاحب سن کر خوش ہو گئے۔
 ”چلو پھر میں چلتا ہوں۔“
 ”ابھی تو آئے ہیں۔“ انکل تھوڑی دیر تو بیٹھیں۔“ سبطین نے حق میں زانیہ بھالیا۔
 ”وہ کام دہائی آئی ہوگی۔ میں ابھی اس سے بات کر کے تم لوگوں کو بتاتا ہوں۔“ سبطین نے خوشی سے نوفل کی طرف دیکھا جو خاور صاحب کو چھوڑنے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔
 ”ارے فارہ بیٹی آئی ہے۔“
 ”جی انکل، کیسی طبیعت ہے آپ کی۔“ وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔
 ”اب تو ٹھیک ہوں۔ بیٹا تم جتنا آستین دن بعد چکر کیوں لگایا۔“
 ”بس انکل غلطی ہو گئی۔ اب جلدی چکر لگاؤں گی۔“ وہ ہنس کر بولی تو خاور صاحب مسکرا کر شرمنہ کو دیکھنے لگے جو ان دونوں کو دیکھ کر سن کر مسکرا رہی تھی۔
 ”کنیز آئی ہے۔“ انہوں نے کام دہائی کا پوچھا تب ہی گیت بجا کر کنیز اندر داخل ہوئی۔
 ”بڑی عمر ہے بھی کنیز تمہاری، ابھی میں تمہارا ہی پوچھ رہا تھا۔“

”خیر تھی انکل جی۔“ کنیز چادر صحیح کرتے ہوئے بولی۔
 ”ہاں مجھے پوچھنا تھا کہ انکیسی میں ہمارے دو مہمان کسے ہیں ان کو صفائی کے لیے اور کھانا پکانے کے لیے کسی اہلہو کی ضرورت ہے تو کیا تم ان کا کام کرو گی۔“
 ”میسے کہتے دیں گے؟“ وہ مطلب کی بات پر آئی۔
 ”ان سے تو میں نے پوچھا نہیں لیکن تم بتاؤ، کتنا لو گی۔“
 ”میں۔“ وہ سوچنے کے انداز میں بولی۔
 ”چار ہزار روپی کی اور اس سے ایک پیسہ بھی کم نہیں کروں گی۔ صاف بتا رہی ہوں۔“
 ”تو ایسا کرو تم خود ان سے بات کر لو وہ دونوں گھر پر ہی ہیں۔“
 ”چلیں کر لیتے ہیں بات بھی۔“ وہ فوراً ہی باہر جانے کو تیار ہو گئی۔
 ”کافی دیر ہو گئی ہے آپ میں چلتی ہوں۔“ کنیز کے جاتے ہی فارہ بھی کھڑی ہو گئی۔
 ”ارے بیٹھو نا ابھی تو آئی ہو۔“
 ”تین گھنٹے ہونے والے ہیں آئے ہوئے پہلے ہی بھابھی اتنی باتیں کرتی ہیں کہ میں زیادہ تر چھٹی رہتی ہوں۔ مزید بیٹھی نا تو انہیں اور موقع مل جائے گا۔“ اس نے جھک کر فی کی کو اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ لیکن گیت کے پاس جا کر اس کے قدم رک گئے۔ وہ غور سے انکیسی کے دروازے میں کھڑے لڑکے کو دیکھ رہی تھی اور پھر جب یقین آ گیا تو اگلے قدم اندر کی طرف بڑھی۔
 ”کیا ہوا آخریت اتنی عواس بانڈہ کیوں ہو۔“ شرمن نے اسے دوبارہ آنا دیکھ کر پوچھا۔
 ”تمہاری انکیسی میں جو لڑکے ٹھہرے ہیں، تم نے ان کو دیکھا ہے۔“ شرمن نے حیران ہو کر سرٹائی میں بلایا۔
 ”نہیں میں نے نہیں دیکھا لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو۔“

”میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا ہے۔ وہ فی دی میں کام کرتا ہے۔ لاؤنگ کرتا ہے۔“
 ”لیکن وہ دونوں تو جاب کرتے ہیں۔“ شرمن نے تعجب کا اظہار کیا۔
 ”لیکن میں نے جس کو دیکھا وہ وہی ہے۔ چائے کا جو نیا اشتہار آیا ہے اس میں وہ آ رہا ہے اور پچھلے دنوں جو وہ پک پر دہائی کا شو تھا اس میں بھی اس نے ایڑا اے ماڈل پر فارم کیا تھا۔ میں نے خود دیکھا تھا۔“ فارہ یقین دلانے والے انداز میں بولی۔
 ”اچھا۔“ شرمن نے سوچ انداز میں سر ہلایا۔
 ”کیا ہوا تمہیں خبرت یا خوشی کچھ نہیں ہوا۔“
 ”اس میں خوشی والی کون کی بات ہے۔“ شرمن نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
 ”خوشی کی بات تو ہے ایک سلیپر فی ہمارا جاننے والا نکل آیا ہے۔ لیکن تمہارے افسوس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔“
 ”افسوس تو نہیں ہے بس مجھے یہ کام پسند نہیں۔“
 ”تمہیں کون کہ رہا ہے کہ تم لاؤنگ کرو۔ جسے پسند ہے وہ تو کر رہا ہے نا۔“
 ”میں تو افسوس ہے کہ اسے کیوں پسند ہے۔“ وہ دھیرے سے بولی لیکن فارہ کے کان کھڑے ہو گئے۔
 ”اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے۔“
 ”کچھ نہیں۔“ شرمن نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔
 ”اتنی جلدی تمہاری جان نہیں چھوڑتی میں نے،“ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔“ شرمن نے بے بسی سے اپنی اگلی تھنڈی سیٹلی کو دیکھا۔
 ”وہ ابو کے دوست کا بیٹا ہے اور کچھ سال پہلے انہوں نے ابو سے میرا رشتہ مانگا تھا اور اب یہ موصوف شاید اسی سلسلے میں آئے ہیں۔“
 ”واقعی۔“ فارہ خوش ہو کر بولی۔
 ”ویسے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نہ ہو اس کا دوست لاؤنگ کرتا۔“ تم اشتہار دیکھ لو۔ چائے کا جس میں

چلے گا تو وہ چھوڑ دے گا۔ ”انہوں نے پتا نہیں لگایا دی تھی یا اسے۔
”تم تیاری کر لیتا۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہاں میں بازار سے لے آؤں گا۔“
”جی ابو۔“ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔



”تم لوگ ایسا کھانا کھاتے ہو۔“ ثریا نے افسوس اور حیرت کے ملے جلے تاثر کے ساتھ میز پر رکھے ڈونٹے کو دیکھا۔
”بس آئی دیکھ لیں۔ صبر و شکر کر کے جو مل رہا ہے کھا لیتے ہیں۔“ سبطین نے بے چارگی سے جواب دیا۔

”انتابرا بھی نہیں ہے۔“ شاید صاحب نے لمبے شور بے کے ساتھ چکر کی ایک بولی پلیٹ میں ڈالی۔
”شکر کرو انتا بھی مل رہا ہے۔“ نوفل نے گھور کر سبطین کو دیکھا۔

”بتا ہے کتنی مشکل سے کینیڈی بی راضی ہوئی ہیں اور اب اگر انہیں پتا چلا کہ تم نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے تو یہ لبا شور بھی نہیں ملے گا۔“
نوفل نے اسے ڈرایا۔
”تو کوئی بات نہیں“ آئی زندہ باد۔“ اس نے ثریا کو دیکھ کر کہا۔

”امی ایک دو دنوں کے لیے یہاں آئی ہیں۔ بعد میں کینیڈا صاحبہ ہی زندہ باد ہونے والی ہیں۔“ سبطین نے برا سامنے بنایا۔

”میں سوچ رہا ہوں خاور سے بھی مل آؤں۔“ کھانا کھانے کے بعد شاید صاحب نے نوفل سے کہا تو وہ سر ہلا کر بیوی دیکھنے لگا۔

”اس کا شکریہ بھی ادا کروں کہ اس نے اتنی مہربانی کی اپنے گھر میں جگہ دی اور پھر ہر سہولت بھی۔“ ان کا اشارہ بیوی فریق اور صاف ستھرے گھر کی طرف تھا۔ ”اور اس کی بیٹی سے بھی مل آئیں گے۔ تم ملے

تمہارا ہیرو خود چائے بنا رہا ہے وہ بھی مزے کی۔“
”تمہیں کیسے پتا مزے کی تھی۔“

”ایڈ کے اینڈ پر وہ خود کہتا ہے مزے کی ہے۔ انکل سے پوچھ لیتا“ انہوں نے تو دیکھا ہوا ہے اسے۔“ قاریہ کے مشورے پر اس نے منہ بنایا۔

”مجھے کوئی شوق نہیں اسے دیکھنے کا۔“ کہہ کر وہ برتن اٹھانے لگی تو قاریہ بھی کھڑی ہو گئی۔

”چلو چلتی ہوں پھر آؤں گی۔ تم بھی ذرا اسے دیکھ لو ویسے کافی ہینڈ سم ہے۔“

”نکواب تم۔“ شرمین مصنوعی غصے سے بولی تو وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔

شام کو خاور صاحب آئے تو شرمین بیوی لگا کر بیٹھی تھی۔ ابھی تک اس کی نظر سے چائے کا استہارہ نہیں گزرا تھا۔

”چائے لاؤں آپ کے لیے۔“
”لے آؤ۔“

وہ چائے لے کر آئی تو خاور صاحب بڑے غور سے بیوی دیکھ رہے تھے۔

”ابو چائے۔“
”میں نے ابھی بیوی پہ نوفل کو دیکھا ہے“ قاریہ کے

شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ نوفل ہی تھا۔
”یہ دیکھو تمہیں نوفل ہے۔“ ان کے کہنے پر قاریہ نے تیزی سے اسکرین کی طرف دیکھا جہاں خوش شکل لڑکا

چائے بنا رہا تھا۔
”لیکن یہ تو بینک میں جا رہا ہے پھر یہ۔“ خاور صاحب کچھ تشکش کا شکار نظر آ رہے تھے۔

”پوچھوں گا نوفل سے۔“ وہ کچھ سوچ کر بولے۔
”کیا ضرورت ہے ابو پوچھنے سے کیا ہو گا۔ جو ہے وہ

نظر آ رہا ہے۔“ اس نے ایک نظر اسکرین کی طرف دیکھا جہاں وہ پھر نظر آ رہا تھا۔

”اگلے ہفتے شاید اور اس کی پیگم آر ہے ہیں۔ امید ہے اچھا ہی ہو گا۔ میں شاید سے بات کروں گا۔ مجھے

نوفل کا یہ کام پسند نہیں مجھے امید ہے جب نوفل کو بتا

ہوا نہیں، تو فل نے ایک نظر سبطین کو دیکھ کر دوبارہ باپ کو دیکھا۔

”ابو بی، مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔“
 ”ہاں کو۔“ وہ عجیبی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔
 ”خاور انکل آپ کے دوست ہیں، آپ ضرور میں ان کا شکریہ بھی ادا کریں لیکن ان کی بیٹی سے متعلق کوئی بات نہ کیجیے گا۔“

”کیونکہ ابو مجھے وہ لڑکی پسند نہیں۔“ شاہد صاحب کچھ دیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔
 ”ابھی تو تم کہہ رہے تھے تم اس سے ملے نہیں پھر وہ تمہیں پائیند کیسے ہوگی۔“
 ”شادی کے لیے میرے ذہن میں جیسی لڑکی کا تصور ہے وہ کسی نہیں۔“

”میرا سوال ابھی بھی اپنی جگہ پر ہے۔ جب تم اس سے ملے نہیں دیکھا نہیں تو تم کیسے کہہ سکتے ہو وہ تمہارے آئیڈیل جیسی نہیں اور ویسے بھی میرے نزدیک آئیڈیل۔ نری حماقت ہے۔“
 ”لیکن ابو بی وہ مجھے پسند نہیں۔“ وہ آخر میں جیسے چڑ کر بولا۔

”تو بر خوردار جو پسند ہے اس کا تباد۔“ شاہد صاحب کے طنز پر انداز پر اس نے سٹٹا کر اس کو اور پھر سبطین کو دیکھا جو ہنسی چھپانے کے چکر میں دوہرا ہوا تھا۔

”ایسی بات نہیں ابو۔“
 ”ایسی بات نہ ہوتی تو تم دیکھتے بغیر منع نہ کرتے۔“
 ”آپ بھی کیا بحث لے بیٹھے ہیں۔ جب وہ کہہ رہا ہے اسے نہیں پسند تو رہتے دیں۔ زندگی اسے لڑائی ہے اسی کی پسند کی لڑکی ہونی چاہیے۔“
 ”مرضی ہے تم لوگوں کی۔“ شاہد صاحب ناراضی سے کہنے ہوئے۔ ”میں خاور کی طرف جا رہا ہوں۔ تمہیں چلنا ہے یا نہیں۔“ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔

”میں روزانہ پوچھتا تھا تو فل سے تمہارے بارے میں۔“ خاور صاحب کے کہنے پر شاہد صاحب مسکرا بولے۔

”ہاں تو فل مجھے جانتا تھا اسی لیے سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں ایک تو تم سے ملنا تھا دوسرا تمہارا شکریہ کرنا تھا۔ تم نے بچوں کو رہنے کی جگہ دی۔“
 ”کیسی باتیں کرتے ہو شاہد! مجھے تمہارا بیٹا ویسے ہی میرا بیٹا ہے اور تمہاری آپ سنا نہیں سہی ہیں۔“ وہ بات بدل کر شیا سے بات کرنے لگے ”ابھی لڑائی لے کر شرمین اندر داخل ہوئی۔“

”یہ شرمین ہے۔“ خاور صاحب کے تعارف کروانے پر دونوں میاں بیوی اسے دیکھنے لگے۔
 ”اور بیٹا کیسی ہو۔“ سب سے پہلے شاہد صاحب نے اٹھ کر اسے پار کیا۔
 ”بشاء اللہ خاور! تمہاری بیٹی تو بہت پیاری ہے۔ چھوٹی سی تھی جب اسے دیکھا تھا۔ اب تو بشاء اللہ بڑی ہو گئی ہے۔“ خاور صاحب نے مسکرا کر اپنی بیٹی کو دیکھا جو لڑائی میں سے چڑیں نکال کر انہیں پیش کر رہی تھی۔

”اور شرمین بیٹا کیا کرتی ہو آپ۔“
 ”کچھ نہیں آئی گھر پر ہی ہوتی ہوں۔“
 ”زحمتی نہیں ہو۔“
 ”میں نے سنا شروع کیا ہے انگلش لڑ رہی ہیں۔“
 ”دوبری کڈ۔“ شاہد صاحب متاثر ہو کر بولے۔
 ”تو بیٹا عجب کیوں نہیں کرتیں۔“ شیا نے پوچھا۔
 ”آئی، ابو سارا دن گھر میں اکیلے ہوتے ہیں ہمیں خیال سے میں بھی کہیں باہر نہیں جاتی۔“
 ”ہوں۔“ وہ کارا بھر کر رہ گئیں۔
 ”اچھا خاور بہت شکریہ۔ تم نے اتنا کلف کیا۔“
 شاہد صاحب اور شیا لہڑے ہوتے ہوئے بولے۔
 ”کلف کی ایسا بات ہے تمہارا اپنا گھر ہے ابھی کچھ دن روکے آئیے۔“
 ”نہیں فل چاہا ہوں گا، پرسوں آؤں بھی جانا

”ب۔“
 خاور صاحب انہیں چھوڑنے دروازے تک آئے اور پھر نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔ لیکن وہ کوئی بات کیے بغیر واپس چلے گئے۔ خاور صاحب کا دل بہت برا ہوا تھا۔ وہ شرمین پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن شرمین ان کی خاموشی کو کب سے نوٹ کر رہی تھی۔ رات کو وہ ان کے لیے چائے بنا کر لائی تو وہ دروازے کی دی پر ہمارے بیٹھے تھے لیکن وہ جانتی تھی وہ کی نہیں دیکھ رہے۔

”ہاں۔“ انہوں نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا اور کب تمام لیا۔
 ”کیا بات ہے ابو آپ کیا سوچ رہے ہیں۔“
 ”میں کچھ خاص نہیں، شاہد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ آیا۔ اس کی بنیم بھی ساتھ تھی لیکن ان دونوں نے کوئی بات نہیں کی۔“ شرمین خاموشی سے ان کا پریشان چہرہ دیکھتی رہی پھر بولی۔
 ”ابو یہ بھی تو سوچیں، یہ کافی عرصے کی بات ہے۔ اب ہو سکتا ہے ان کی سوچ بدل گئی ہو۔“

”سوچ بدلنے کی وجہ بھی کوئی ہو۔“
 ”ابو ان کا بیٹا شوز میں ہے، شوز کی لائف آپ جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسے کوئی اور لڑکی پسند ہو۔“
 ”لیکن شاہد کو کچھ تو کہنا چاہیے تھا۔“ وہ دھیمی آواز میں بولے۔
 ”میں پوچھوں گا اس سے۔“
 ”کیا پوچھیں گے ابو کہ انہوں نے بات کیوں نہیں کی۔“ وہ عجیبی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔
 ”اگر آگے سے وہ کہہ دیں کہ ہمیں آپ کی بیٹی پسند نہیں آئی یا کچھ ایسا جو ان کے نزدیک انکار کی وجہ ہے تو اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ اچھا ہے انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔“ اب کی بار خاور صاحب کچھ بولے نہیں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔
 ”آپ پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔“ وہ

انہیں تسلی دے کر کھڑی ہوگی۔ لیکن خاور صاحب کی پریشانی دور نہیں ہوئی۔ آج کل رشتوں کا حصول کتنا مشکل تھا انہیں اندازہ تھا اور تو فل کی صورت میں انہیں تسلی تھی جو اب ایک خواب محسوس ہو رہی تھی۔

 ”ابو نے انہیں منع کر دیا ہو گا یا نہیں۔“ تو فل نے سبطین سے پوچھا جو بڑے گمن انداز میں سوپ پی رہا تھا۔
 ”تمہیں اتنی فکر ہو رہی ہے تو انکل سے پوچھ لیتے۔“
 ”کیا خاک پوچھ لیتے۔ ان کا موڈ اتنا آف تھا کہ میری بہت سی نہیں ہوتی۔“
 ”ویسے مجھے لگتا ہے اگر انکل انکار کر کے گئے ہوتے تو خاور انکل اب تک ہمیں نکال چکے ہوتے۔“ سبطین نے یہ الالہ خلی کر کے اپنی رائے بیان کی۔
 ”اور اگر تمہا ہونے کے باوجود انہوں نے ہمیں نہیں نکالا تو بہت بامعوت ہیں انکل۔“ سبطین کے کہنے پر تو فل نے سرانبات میں ہلایا۔

”ویسے موقع اچھا تھا تم انکل سے ساتھ کی بات کر لیتے۔“ تو فل نے کھور کر اسے دیکھا۔
 ”ابو کو کیا بتانا ابھی مجھے خود یقین نہیں دو سراسر اس سے بھی تو اس کی رائے لینا ضروری ہے۔“
 ”تمہارا کیا مطلب ہے، ساتھ کو بتائی نہیں کہ تم اسے پسند کرتے ہو۔“
 ”بتایا تو ہے مجھے اپنے بارے میں پتا نہیں کہ میں واقعی اسے اتنا پسند کرنا ہوں کہ شادی کر لوں۔“
 ”چلو اب یہاں بھی تم کھٹو ڈھو۔“ سبطین نے سرپیٹ کر کہا۔
 ”چلو چھوڑو سارہ کو، باہر چلتے ہیں۔“ سبطین سوپ پی کر فارغ ہو گیا تھا اس لیے کھڑا ہو گیا۔
 ”کیزر تم فارغ ہو گئی ہو۔“ قاری نے بچن میں آکر

پوچھا جو دھلے ہوئے برتن ریک میں رکھ رہی تھی۔
 ”تقریباً“ فارغ ہو گئی ہوں۔ آپ کو کوئی کام تھا۔“
 ”ہاں۔ پارک تک جانا تھا سوچا تمہیں ساتھ لے
 چلوں۔“ گور کئی فوراً ”ستار ہو گئی۔“
 ”بائی دو چکر تو لگا لے اب تو میری ٹانگیں بھی دکھنے
 لگی ہیں۔“ کینز نے بولی دی۔
 ”یہ مونڈپے کی پہلی نشانی ہے۔“ فاریہ نے چلے
 ہوئے کہا۔

”ارے یہ تو نوفل بھائی اور سبطین بھائی ہیں۔“
 کینز کی جھپکی ہوئی کوا پر اس نے گردن ہٹا کر اس کی
 نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں وہ دو لوگ
 سوسائٹی کے بچوں کو اکٹھا کر کے کرکٹ کے نام پر شور
 مچا رہے تھے۔
 ”تم جانتی ہو انہیں۔“

”ارے بائی! یہ وہی ہیں جو شرمین بائی کے گھر
 رہتے ہیں اس دن آپ کے سامنے ہی تو اٹکل جی نے
 مجھے ان کا کام کرنے کو کہا تھا۔“ اس کے یاد دلانے پر
 فاریہ کو یاد آیا۔ اس نے غور سے نوفل کو دیکھا۔
 ”کیسے ہیں یہ دونوں۔“ فاریہ نے انزویو کا آہٹا کر لیا۔
 ”اچھے ہیں۔ دونوں شریف لڑکے ہیں۔ پہلے تو میں
 ڈر رہی تھی۔ پھر بڑے جھامت ہیں نہ، جانے کیسے مزاج

کے ہوں پر اٹکل نے قلمی کردائی تو میں ان کا کام کرنے
 لگی لیکن دونوں ہی بہت اچھے ہیں اور نوفل بھائی تو بی
 وی پر کام کرتے ہیں۔ اس دن میں نے انہیں بی وی پر
 دیکھا تو حیران رہ گئی۔ میں جانتا نہیں سکتی مجھے اتنی خوشی
 ہوئی میں ایک بی وی اشارے کے گھر کام کرتی ہوں۔ میں
 نے تو ان کا آؤ گراف بھی لے لیا۔ وہ بتا رہے تھے وہ
 کوئی ڈرامہ بھی کرنا والے ہیں۔“

”اور وہ جو وہ سرا لڑکا ہے۔“ اس سے پہلے وہ اس
 کے بارے میں پوچھتی رہی گیند پوری طاقت سے
 اس کی ٹانگ پر گئی تھی۔ ردی کی شدت سے اس کے
 منہ سے ہلکی سی جھنجھکی نکلتی۔ گیند اسے کسی کوئی کی طرح
 لگی تھی وہ جھک کر ٹانگہ بٹانے لگی۔

”کیا ہوا بائی زیادہ زور سے گئی ہے کیا۔“ اس
 آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کینز بھی پریشان ہو گئی۔
 ”یہ وہ دونوں بھانجے ہوئے ان کے پاس بیٹھے تھے
 ”آئی ایم وری سوری گیند غلطی سے آپ کو گ
 گئی۔“ بیٹ سبطین کے ہاتھ میں تھا اور وہ جھک کر
 فاریہ سے معذرت کر رہا تھا۔ فاریہ نے دوسرے ہاتھ
 سے آنسو صاف کیے اور سراٹھا کر اسے دیکھا۔
 ”آپ کیا اندھے ہیں یا خود کو شاید آفریدی سمجھ ل
 ہے آپ نے۔“ سبطین کو اس کا چہرہ جانا پہچانا لگا تھا۔
 ”اب اس طرح کھور کھور کر کیا دیکھ رہے ہیں۔“
 اس کے یوں غور سے دیکھنے پر فاریہ ناواوری سے بولی۔
 ”میں کھور نہیں رہا سوچ رہا ہوں آپ کو پہلے بھی
 کہیں دیکھا ہے۔“ اب کی بار فاریہ نے بھی غور سے
 اسے دیکھا۔

”میرے ساتھ زیادہ غری ہوئے کی ضرورت
 نہیں۔“
 ”دیکھیں محترمہ! میں آپ کے ساتھ تیز سے بات
 کر رہا ہوں اور آپ روڈ ہو رہی ہیں۔ میں نے جان
 بوجھ کر آپ کو گیند میں ماری، غلطی سے گئی ہے۔“
 ”آپ نے جان بوجھ کر مجھے گیند ماری ہے۔ اس
 کو نے سے اس کو نے میں گیند مارنے کی کیا تک ہتی
 ہے۔“ فاریہ باقاعدہ جرح پر اتر آئی۔ سبطین نے بھٹا

کر اسے دیکھا اس سے پہلے کہ وہ بولتا، کب سے
 خاموش کھڑا نوفل بول پڑا۔
 ”چھوڑو یار۔“ اس نے پہلے سبطین کو چپ کر دیا
 پھر فاریہ کو دیکھا۔
 ”ہاں واقعی غلطی سے گئی ہے لیکن آپ کو تکلیف
 پہنچی اس کے لیے معذرت چاہتے ہیں۔“ نوفل نے
 بلیتے سے معذرت کی۔ تو وہ تھوڑی نرم پڑی۔
 ”اٹس اوکے۔“

”بھائی جی! اب لوگ جاؤ۔“ کینز کے کہنے پر
 سبطین نے ایک تفصیلی نظر فاریہ پر ڈالی جبکہ نوفل اس
 کا بازو سمجھ کر اسے ہاں سے لے گیا۔

”تمہیں یاد رکھو ہوا تھا اپنے گئے بھائی کی بے
 زبانی کا، میری جوت تمہیں نظر نہیں آئی، ابھی بھی اتنا
 درد ہو رہا ہے۔“
 ”بائی مجھے پتا ہے آپ کو گیند لگی ہے پر آپ
 سبطین بھائی کو ایسے ہی ستا رہی تھیں۔ گیند واقعی غلطی
 سے گئی تھی۔“
 ”ہنہ! تمہیں الہام ہوا ہے نا۔“ فاریہ غصے سے سر
 جھٹک کر بولی۔

”تمہیں کیا ہوا تھا لڑکا کا لے کی طرح کیوں لڑ
 رہے تھے۔“ نوفل نے منہ بنا کر سبطین کو دیکھا۔
 ”دلخ شک ہے تمہارا، میں لڑ رہا تھا یاد لڑ رہی تھی
 وہ بھی بغیر وجہ کے۔“
 ”غلطی تمہاری تھی گیند تمہاری تھی۔“
 ”جان بوجھ کر تو نہیں ماری تھی۔ تم بھی اس کی
 طرح بحث کر رہے ہو۔“ سبطین ناراضی سے
 بولا۔

”جوت نہیں کر رہا، تمہیں یاد دل رہا ہوں وہ لڑکی تھی
 جس سے تم مرد ہو کر لڑ رہے تھے۔“
 ”چھوڑو بھی یار لڑکی کے نام پر اکتے سے یاد ہے
 جب میں پہلی بار تمہارے پاس آ رہا تھا تو اس لڑکی نے
 مجھے مس گائیڑ کیا تھا۔ آج تک اس کی شکل بھولی
 نہیں مجھے۔“ سبطین کے کہنے پر نوفل نے زیر لب
 مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

”احمال۔“ نوفل نے اچھا کو لبھا کھینچا۔ ”میں سمجھا
 کوئی دل دل کا پکڑ ہے۔“
 ”سبطین نے تیزی سے سر اس کی طرف گھمایا۔
 ”میرا کیا ذہنی توازن خراب ہے جو میں اس پاگل لڑکی کو
 دل دوں گا۔ سبطین مروٹنے دل دے گا وہ لڑکی بڑی
 خاص ہو گئی۔“ سبطین نے فرضی کار بھاڑے تو
 نوفل نے مصنوعی بر سوچ انداز میں سر ہلایا۔
 ”دیکھیں گے دیکھیں گے۔“
 ”مجھے بعد میں دیکھ لینا پہلے اپنا معاملہ تو ٹھیک کر
 لو۔“

”مطلب۔“ نوفل سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے
 لگا۔
 ”مطلب یہ کہ ساتھ سے کب بات کرو گے۔ یہ نہ
 ہو اٹکل پھر تمہارے لیے کوئی لڑکی پسند کر لیں۔“
 ”یار۔“ نوفل بے چارگی سے بولا۔ ”تم جانا مجھے
 کیا کرنا چاہیے۔“
 ”میرے خیال میں تمہیں ساتھ کو فون کر کے بتانا
 چاہیے۔“

”ہوں۔“ نوفل نے ہٹکارا بھر کر جیب سے فون
 نکالا اور ساتھ کا نمبر ملایا۔ دوسری کھنٹی پر اس نے فون
 اٹھالیا تھا۔
 ”تمہیں کیسے میری یاد آ گئی۔“ جھوٹے ہی ساتھ
 نے سوال کیا تو نوفل سبطین کی شکل دیکھنے لگا جو اسے
 پتا نہیں کیا اشارے کر رہا تھا۔
 ”یاد آئی ہے تو فون کیا ہے۔“ جواباً وہ مسکرا کر
 بولا۔

”کیسی جارہی ہے تمہاری جالب۔“
 ”اچھی جارہی ہے۔“
 ”اور ماؤ لنگ۔“
 ”وہ بھی ٹھیک ہے۔“
 ”میں نے ایڈ دیکھا تھا تمہارا بہت اچھا تھا۔“

”تھیک ہے۔“ نوفل مسکرا کر بولا۔
 ”ایک ڈرامے کی بھی آفر ہوئی ہے۔“
 ”گڈ ٹھنڈو۔“ جواباً وہ بولی۔
 ”ہوں۔“ اس نے ہٹکارا بھر کر سبطین کو دیکھا جو
 اسے مکا دکھا رہا تھا۔

”ساتھ مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی۔“
 ”ہاں بولو۔“ وہ مصروف انداز میں بولی جسے نوفل
 نے بھی محسوس کیا۔
 ”کیا تم بڑی ہو۔“
 ”ہاں، نہیں تم جانا۔“
 ”تمہیں تم بڑی ہو تو پھر بات کر لیں گے۔“ نوفل
 نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

”جمال میرا کوئیگ ہے اس کا فون بار بار آ رہا ہے۔“

”یہ جمال کون ہے۔“ نون نے چونک کر پوچھا۔

”بتایا تو ہے میرا کوئیگ ہے اور دوست ہے۔“

دراصل ہم چند دوستوں کا بنی جانے کا پروگرام بنایا ہے تو اس سلسلے میں وہ بات کرنا چاہ رہا ہو گا۔“

”میری جانی ہو۔“ وہ حیران ہو کر بولا۔ اور تم نے بتایا بھی نہیں۔“

”تم کون سے رابطے میں تھے اور ویسے بھی میں ہر بات ہر کسی کو بتا کر نہیں کرتی۔“ اس کا کسی کمانو فون کو بڑا دکھ تھا۔

”تمہارے دوستوں میں کون کون ہے۔“

”ضمیمہ ہے غاصم کامران اور جمال۔“

”تم ان لوگوں کے ساتھ جا رہی ہو۔“ وہ ایک بار پھر حیران ہوا۔

”تو اس میں حرج کیا ہے۔“ جواباً وہ حیران ہو کر بولی۔

”تمہارے پیر تھیں نے اجازت دے دی۔“

”ایسا تو نہیں مان رہے تھے میرا موڈ ہے جانے کا، میں خود کمائی ہوں مجھے کسی کی پریشانی کی ضرورت نہیں۔“ وہ خود سری سے بولی تو نون کو پہلی بار اس کی بے باکی مت بری لگی۔

”مجھے تمہارا دوستی جانا پسند نہیں آتے میل فرینڈز کے ساتھ۔“

”واٹ ڈو یو مین نون؟“ دوسری طرف ساتھ کی ناراض آواز سنائی دی۔

”میں تیل فرینڈز کے ساتھ جاؤں یا نی میل فرینڈز کے ساتھ تمہیں کیا اعتراض ہے۔“

”اعتراض ہے میں نے تمہاری وجہ سے اپنے پیر تھیں کی پسند کی ہوئی لڑکی کے لیے انکار کیا ہے اور تم اور ان کے ساتھ دینی جا رہی ہو۔“

”اگر تم نے اپنے پیر تھیں کو انکار کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ میں نے تو تم سے نہیں کہا تھا کہ تم

مجھے پسند کرو اور ویسے بھی اتنے جھگ نظر آدمی کے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہو سکتا۔“ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ نون نے اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔

”کیا ہوا؟“ سبطین کے پوچھنے پر اس نے ساتھ کی ساری بات اسے بتا دی۔ جواباً ”سبطین جیتے ہوئے لوٹ پوٹ ہوئے لگا۔“

”تمہیں تو اس کی بولڈ نہیں پسند تھی اب کیا ہوا۔“ سبطین اس کا مذاق اڑانے لگا اور اندری اندر تھلائے لگا۔

”سو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تم میں انٹریسٹی نہیں تمہاری خاطر وہ ٹرپ کیسٹل نہیں کر سکتی تو اور کیا امید رکھتے ہو۔“ بلکہ جو اپنے پیر تھیں کو لائیت نہیں دیتی وہ تمہیں کیا دے گی اور تمہیں تو چھوڑو تمہارے اسی ابو کو کیا سمجھے گی۔ اور کرو ساتھ ساتھ۔“ کہہ کر وہ پھر بٹنے لگا اور نون فون کو اسے دیکھ کر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اس نے صوفے پر گرے سارے کشن اسے مارنے شروع کر دیے۔

☆ ☆ ☆

”شرین۔“ خاور صاحب نے اندر داخل ہوتے ہی شرین کو آواز دی تھی۔

”جی ابو۔“ وہ کچن سے باہر نکل۔

”ایک گلاس پانی تو پلاؤ۔“

”جی۔“ وہ جلدی سے پانی کا گلاس لے کر آئی جسے انہوں نے ایک سی گھونٹ میں خالی کر دیا۔

”آج آپ نے بہت دیر کر دی۔“

”ہاں بس کلام سے چلا گیا تھا۔“ ان کا انداز ٹالنے والا تھا۔

”کمال گئے تھے ابو! آج تھے ہوئے لگ رہے ہیں۔“

”ایک رشتہ کروانے والی عورت سے ملے کیا تھا۔“

”ابو آپ دوسری شادی کر رہے ہیں۔“ شرین آنکھیں پھیلا کر بولی۔

”کمال بھلی نہ ہو تو۔“ خاور صاحب کھل کر سننے لگے۔

”میری مرہ شادی کی تمہاری بات کرتے گیا

”کیا ضرورت ہے ابو۔“ وہ بے زاری سے بولی۔

”ضرورت ہے نا بیٹا! پہلے ہی اتنی دیر ہو گئی ہے اور وہ بھی میری غلطی سے۔“ میں شاید کی بات پھر دہرا کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اب سوچتا ہوں تو رہ کر افسوس ہوتا ہے۔“

”ابو تو ان کے بیٹے کو چلا کر ہیں پھر۔“

”نہیں بیٹا، میں ایسی کم ظنی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ ان کا فعل ان کے ساتھ۔“ وہ کپڑے بھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

”وہ عورت تین چار دن تک ایک رشتہ لے کر آئے گی۔“

”ابو مجھے شادی نہیں کرنی۔“ میں چلی گئی تو آپ اکیلے ہو جائیں گے۔ میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔“ وہ رو ہاکی ہو کر بولی۔

”بچکل۔“ انہوں نے اسے ساتھ لگایا۔

”بیٹیاں پرانی ہوتی ہیں۔“ ماں باپ سدا ساتھ نہیں رہتے۔ بیٹیاں جتنی جلدی اپنے کھروں میں آباد ہو جائیں اتنا ہی ماں باپ کو سکون ملتا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ مجھے سکون ملے۔ میں اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کروں۔“ وہ کچھ بولی نہیں، آنکھ بند کیے ان کے سینے سے لگی رہی۔

☆ ☆ ☆

دروازے پر ہونے والی مسلسل دستک پردہ مشکل اٹھا تھا۔ بھاری ہوتے اور پکراتے سر کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے کینز کھڑی تھی۔

”سلام نون بھائی! آج آپ گھر میں خیریت تھی۔“ اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں، کچھ طبیعت ٹھیک نہیں۔“ جب وہ بولا تو اس کی آواز بھی بھاری تھی۔

”کیا ہوا آپ کو؟“ کینز اب رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو بخاری حدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

”بخار ہے۔“

”تو سبطین بھائی کدھر ہیں۔“

”وہ آفس گیا ہے۔“ کہہ کر وہ بیڈ پر جا کر لیٹ گیا تو کینز صفائی میں مصروف ہو گئی۔ وہ منہ میں تھا جب کینز دوبارہ اس کے سر پر آکر کھڑی ہو گئی۔

”بھائی جی! کھانے میں کیا پکاؤں۔“

”کچھ بھی پکا لو۔“ وہ بیڑاری سے بولا تو وہ سر ہلا کر کچن میں آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر نون کے سرہانے کھڑی ہو گئی۔

”بھائی جی! کچن میں تو کچھ بھی نہیں۔ پیاز، لہسن، نمک سب ختم ہیں۔“ کچن بھی نہیں ہے اور دالیں بھی ختم ہیں۔“

ایک دفعہ میں ہی سارا قطرہ بڑ گیا تھا۔ نون کا دل چاہا اپنا سر پھاڑ لے۔

”رہنے دو۔ سبطین آتے ہوئے کچھ لے آئے گا۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں بھائی! اس حالت میں بازار کی کھانا آپ کے لیے تحریک نہیں۔“

”اب کچھ نہیں ہے تو میرا سر پکاؤ گی۔“ نون فون پر کر بولا تو کینز خاموش ہو گئی۔

”اچھا پھر میں چلتی ہوں۔ صفائی ہو گئی ہے۔“ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

اس نے فون ایک کان سے دوسرے کان میں منتقل کیا۔ مسلسل تیل جاری تھی لیکن کوئی فون نہیں اٹھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

”تج تم جلدی آگئیں کینز۔“ کینز کو آنا دیکھ کر شرین نے حرج کا اظہار کیا۔

”جی بھائی! نون بھائی کی صفائی کرنے گئی تھی تو وہ آج گھر پر ہی تھے۔ کھانا بنانے میں ٹائم لگتا ہے لیکن آج کچن میں کچھ تھا ہی نہیں تو کھانا بنانے بغیر آگئی ہوں۔“ شرین بے کارا بھر کر خاموش ہو گئی۔ کلام کے دوران بھی کینز کو نون کی فکر تانی رہی۔

”کیا بتاؤں بھائی! مجھے نون بھائی پر بڑا ترس آیا

تیار ہے۔ اس نے مکمل افسوس کا اظہار کیا تو کب سے نظر انداز کرتی شرمین کو بولنا ہوا۔
 ”کیوں ترس کیوں آ رہا تھا تمہیں۔“
 ”بنا سخت بخار چڑھا ہے نونل بھائی کو، شکل سے ہی پتا چل رہا تھا، اوپر سے اکیلے نہ ہوں، بہن کوئی پاس نہیں پوچھنے والا اور تمہیں صبح سے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں۔ میں کچھ بنا کر دے آئی پر سارا پچن بھائی میں کھا گیا۔“ اس کی کیفیت سن کر کچھ لمحوں کے لیے شرمین بھی سوچا میں بڑی بھراٹھ کر کہیں میں آ گئی۔ فریزر سے چکن نکال کر اس نے دیکھی میں سختی پلانے کے لیے رکھ دی وہ دوسرے چولہے پر۔
 ”چھڑی کے لیے چاول رکھ دے اور خوبا چڑھی۔“ کنیز ابھی بھی نونل بھائی کی گردن کر رہی تھی۔
 ”کنیز۔“ وہ جانے لگی جب شرمین نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

”یہ سوپ اور چھڑی لے جاؤ اور اسے اپنے نونل بھائی کو دے دو۔“ اس نے دھال سے دھکی ٹرے اسے چھاتے ہوئے کہا۔
 ”ہائی! یہ تو آپ نے بڑا ٹیک کام کیا۔“ ترے دیکھ کر کنیز خوش ہو گئی تھی۔
 ”میں ابھی دے کر آتی ہوں۔“ وہ ٹرے تھام کر خوشی خوشی ایکسی کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے پر ہونے والی دستک پر نونل نے غصے سے رضائی ہٹائی، اس کا رازہ آنے والے کو سخت ستانے لگا تھا لیکن دروازے میں ٹرے تھامے کنیز کو دیکھ کر وہ خاموش رہ گیا۔
 ”نونل بھائی! یہ شرمین ہائی نے کھانا آپ کے لیے بھیجا ہے۔ سوپ بھی ساتھ ہے۔ بڑی اچھی ہیں ہماری شرمین بائی، جیسے ہی میں نے آپ کی بیماری کے بارے میں بتایا، انہوں نے اسی وقت آپ کے لیے پر پیڑی کھانا بنا کر بھیج دیا۔“ کنیز نے ٹرے چکن شیٹ پر رکھ دی اور سوپ کا پالہ لاکر اسے دیا۔
 ”یہ لہئیں۔“ نونل کا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن کنیز

کا خلوص دیکھ کر وہ انکار نہیں کر سکا۔ سوپ اتنے موٹا کا تھا کہ وہ پورا پالہ خالی کر گیا۔ سوپ پینے کے بعد لہائے عجیب سا سکون ملا تھا۔
 ”کنیز تمہارا بہت شکریہ۔“
 ”بھائی! میں کیا شکریہ، شکریہ تو شرمین ہائی کا کریں جنہیں یہ خیال آیا۔“ وہ منہ سے کچھ نہیں بولیں بلکہ اسے اس لڑکی کا ممنون تھا۔
 ”اچھا اب میں چلتی ہوں۔ آپ کو بھوک لگا چھڑی ہے، وہ کھالیا۔“
 * * *

شام میں جب شرمین آیا تو بھرپور نیند لینے کے بعد نونل کی طبیعت کافی بہتر تھی۔
 ”اب کسی طبیعت ہے۔“ اسے دیکھتے ہی شرمین نے پوچھا۔
 ”بہتر ہوئی۔“
 ”والی ہی تھی۔“
 ”ہاں۔“
 ”اور کچھ کھایا تھا۔“ شرمین بازار سے لایا ہوا سلمان میڈر رکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔
 ”ہاں، انکل خاور کی بیٹی نے سوپ اور چھڑی بنا کر بھیجی تھی۔“
 ”او۔“ شرمین رک کر اسے دیکھنے لگا۔ ”واو! کیا بات ہے۔ یہاں تو بڑی خاطر مدارت ہو رہی ہے، لگتا ہے اچھی لڑکی ہے۔ ایک وہ تمہاری ساتھ بیٹھ کر اس کو فون کیا تھا تمہارے بخار کا بتایا تو کہنے لگی بخاری ہے نا اس کے نزدیک تمہاری یہ اہمیت ہے اور جسے تم پسند نہیں کرتے، وہ اتنی اچھی ہے کہ بغیر کسی واسطے کے صرف تمہاری بیماری کا من رکھنا بھیج دیا۔“
 ”ساتھ کا ذکر اب دوبارہ میرے ساتھ نہ کرنا اور تمہیں کیا ضرورت تھی اسے فون کرنے کی۔“ نونل غصے سے بولا۔
 ”تمہارے لیے کیا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا وہ آگے سے اتنا روٹی بولے گی۔“

”خیر کرو اب اس ساتھ کا قصہ اور مجھے یہ بتاؤ تم سے کل کسا تھا چکن کا سالن ختم ہے تو لے کر کیوں نہیں آئے۔ کچھ ہو نا تو نیند پتا جانی، کم از کم احسان تو نہ لیا پڑا۔“ شرمین چکن سے چھڑی والی پلیٹ اٹھا لایا تھا۔
 ”بڑے احسان فراموش ہو۔ ایک تو اس رحم دل لڑکی نے تم پر مہربانی کی، اتنے مزے کا کھانا ہے۔“ وہ چھڑی کھاتے ہوئے بولا۔
 ”کی کھانا کتنا پتی تو حلق سے نیچے ایک ٹوالہ نہیں اڑتا تھا۔“
 ”اب یہ رحم دل شہزادی کے ذکر کو ختم کرو۔ یہ بتاؤ سلمان کیوں نہیں لے کر آئے۔“
 ”یاد نہیں رہا یا ر۔“ شرمین کھاتے ہوئے مگن انداز میں بولا۔
 ”بھی لے کر آتا ہوں۔“

* * *

وہ چکن کا سالن لے کر آیا تو لان میں خاور صاحب سے ملاقات ہو گئی وہ پھولوں کی باغیچے سے رہے تھے۔ وہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے رک گیا۔
 ”کیسے ہیں انکل۔“ خاور صاحب نے چونک کر اسے دیکھا اور پائپ کیلے میں ڈال دیا۔
 ”میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ۔“
 ”میں بھی ٹھیک ہوں۔ انکل، آپ کا شکریہ ادا کرتا تھا۔“
 ”کس بات کا۔“ خاور صاحب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔
 ”نونل کے لیے کھانا بھیجوانے کا۔“
 ”کھانا!۔“ وہ مزید حیران ہوئے۔
 ”اچھا میرے علم میں یہ بات نہیں تھی۔“
 ”جی۔“ وہ سر جھاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چکن میں سالن رکھ رہا تھا کہ نونل بھی اس کے پیچھے آ گیا۔
 ”کچھ چاہیے تھا؟“

”ہاں چاہئے بننے کا دل چاہ رہا تھا۔“
 ”بھونہو بتانا ہوں۔“ شرمین آستین چڑھائے ہوئے سکھڑ عورتوں کی طرح چکن دھوتے ہوئے بولا۔
 ”تب ہی ساتھ والے چکن سے خاور صاحب کی آواز آئی۔“
 ”ابھی باہر مجھے شرمین ملا تھا، وہ بتا رہا تھا تم نے نونل کے لیے کھانا بھیجا تھا۔“ شرمین نے بے ساختہ نونل کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
 ”جی ابو، کینیہ تارہی تھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور چکن میں کھانا بنانے کے لیے کچھ بھی سالن نہیں تھا تو میں نے سوپ اور چھڑی بنا کر بھیج دی۔“ جواباً شرمین کی آواز سنائی دی۔

”کیا میں نے غلط کیا ابو؟“ انہیں خاموش دیکھ کر شرمین نے مزید پوچھا۔
 ”میں بیٹا تم نے تو نیکی کا کام کیا ہے۔ اب کیا کر رہی ہو۔“
 ”کچھ نہیں ابو، آپ کے لیے مچھلی فرانی کر رہی ہوں۔“
 ”میری بیٹی کو ہر وقت ابو کی فکر رہتی ہے۔ کبھی اپنی بھی فکر کر لیا کرو۔“ سن کی بات سن کر وہ مسکرا کر بولی۔
 ”مجھے کیا ہوا ہے ابو! اچھی مچھلی تو ہوں۔“
 ”اتنی زیادہ مچھلی فرانی کر لی۔ یہ کون کھائے گا۔“ وہ حیران ہو کر بولے۔
 ”ایسا کرتا ہوں یہ تھوڑی سی نونل کو دے آتا ہوں اور یہ تم فار یہ کو دے آؤ۔“
 ”ابو میں جانوں؟“ وہ حیرت سے بولی۔
 ”تو کیا ہوا ابو، دو گھر چھوڑ کر تو اس کا کھر ہے ساتھ اسے مل بھی آؤ گی وہ بہت شگہ کرتی ہے کہ تم اس کے گھر نہیں جاؤ، چلو ایسا کرتا ہوں میں تمہیں کیٹ تک چھوڑ آتا ہوں۔“
 ”جی میں کیٹ سے بدل لوں۔“ اب دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی تو شرمین نے چائے پکوں میں ڈال کر ایک کپ نونل کی طرف بڑھایا۔

”مچھلی آ رہی ہے۔“ سبیلین چٹھا لے کر بولا تو نونل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”تکے ندرے ہوئے کھانے کے ذکر پر یوں خوش ہوتے ہو جیسے کبھی کھانا کھایا ہی نہیں۔“

”کھانا تو کھانا ہوں لیکن یہاں آکر اچھا کھانا کبھی کبھی ملتا ہے۔“

”تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔“ نونل نے افسوس سے سر ہلایا۔

”میں ذرا صبر کرنا تو کر سکتی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ نونل نے پوچھا۔

”یار سنا تمہیں وہ اپنی دوست کے گھر جاتی ہے تو ظاہری بات ہے، باہر ننگے گی۔ اسی زمانے میں اس کی شکل دیکھ لوں گا۔“

”نونل یہ کیا پاگل پن ہے۔“ نونل غصے سے بولا۔

”دیکھ بعد میں دیکھنا ابھی میں جا رہا ہوں۔“ وہ بھاگ کر پار گیا تھا لیکن کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد جو کوئی نظر نہیں آیا تو وہ پلوس ہو کر اندر آیا۔

”دیکھ آئے رحم دل شہزادی کو۔“ نونل نے مسکرا کر اس کا تڑپا ہوا چہرہ سرنگی میں ہلا کر رکھ دیا۔

”آج شرمین کہاں سے راستہ بھول گئی ہے۔“ دروازہ کھول کر بھائی نے کھولا اور اسے دیکھ کر حیرت کا مظاہرہ کیا۔

”بس آپ لوگوں کی یاد آ رہی تھی تو سوچا مل آؤں۔“ وہ جھپٹے سے مسکرا کر بولی۔

”یہ کیا ہے۔“ انہوں نے اس کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کو دیکھ کر پوچھا۔

”مچھلی فراں کی تھی سوچا آپ لوگوں کے لیے لیتی جاؤں۔“

”او یہ تو اچھا کیا۔“ انہوں نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لے لی اور پلیٹ اٹھا کر مچھلی چھکنے لگیں۔

”بھائی فاریہ کدھر ہے۔“

”اس نے کہاں جانا ہے۔“ ہمیں ہو گی اپنی جگہ۔

”ساتھ۔“ فاریہ کے ذکر پر وہ آکھٹ بھرے انداز میں بولیں شرمین فخر نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو مچھلا کھانے میں مصروف تھیں۔ ایک پس کھانے کے بعد انہیں احساس ہوا وہ فخر نظروں سے انہیں دیکھ رہی ہے۔

”چن کی پچھلی طرف دیکھ لو وہیں ہو گی۔“

”جی۔“ وہ سر ہلا کر چن میں آگئی۔ پچھلا دروازہ کھول کر اس نے گلی میں جھانکنا لگی کے آخری کونے پر اسے فاریہ کی جھلک نظر آئی تو وہ اسی طرف چل پڑی۔

”ہاؤ۔“ پاس جا کر اس نے دور سے آواز نکال تو مگن انداز میں فی فی کو تسلائی فاریہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔

”بڑا تیز نہ ہو تو ڈرا دیا۔“ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھی اور اس کے گلے لگ گئی۔

”میں دیکھ کر اتنی خوش ہو رہی ہے کہ بتا نہیں سکتی۔“ وہ اسے مزید پیچھ کر بولی۔

”ہاں وہ تو مجھے اندازہ ہو رہا ہے اب مجھے چھوڑ بھی دو۔“ شرمین ہنستے ہوئے زبردستی اس سے الگ ہوئی۔

”یہ تم کیا اتنی سردی میں اس بے چاری کی کو تسلا رہی ہو۔“

”کیا کروں؟“ انہیں کہاں سے کچھ میں منہ مار کر آ گئی ہے۔ ساری کی ساری کند کی ہو رہی تھی اور بھائی کا نہیں بتا ہے تو میں اسے لے کر یہاں آگئی۔ اب دیکھو کیسے چمک رہی ہے میری فی فی۔“ اس نے پیار سے اس کے سر ہاتھ پیڑا تو اس کا بلی کے لیے پیار دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

”تمہارے آپ مچھلی لے کر آئی تھی۔ راستے میں بھائی مل گئے تھے تو انہیں دے نا پڑی۔ جاؤ جا کر لے آؤ اس سے پہلے کہ تم جاوے۔“

”او تو تم نے اس کو لیا۔“ فاریہ کو شدید

”بس ہوا۔“

”تمہاری کے کمرے میں چل کر بیٹھو۔ میں پلیٹ لے کر ابھی آتی ہوں چلو فی فی۔“ اس نے تیزی سے ملنے ہوئے بلی کو اشارہ کیا جو بھاتی ہوئی اس کے پیچھے گئی تھی۔

”السلام علیکم آئی۔“

”ارے شرمین بیٹی آئی ہے۔“ نصرت آئی اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔

”فاریہ سے نہیں ملیں۔“

”ملی ہوں آئی وہ آ رہی ہے۔“ وہ کہہ کر ان کے قریب بیٹھ گئی تب ہی فاریہ پلیٹ لے کر اندر داخل ہوئی۔

”ابھی دیکھیں شرمین کس لے کر آئی ہے۔“

”بیٹا تم نے کیوں زحمت کی۔“ نصرت کے کہنے پر وہ مسکرا کر بولی۔

”آئی زحمت کی تو کوئی بات نہیں مجھے پتا تھا فاریہ کو شہیندہ اس لیے لے کر آئی۔“

”یہ تمہاری بیوی بڑا رہی ہے۔“

”کیونکہ میں ان کے منہ کا نوالہ چھین لاتی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ نصرت بھی نہیں۔

”یہ پلیٹ۔“ فاریہ نے پلیٹ ہاتھ میں اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔

”ان کے پاس تھی اور شرمین یہ میرے لیے لائی ہے۔“ اس لیے میں جا کر لے آئی۔“ وہ مزے سے کھاتے ہوئے بولی۔

”حد کرتی ہو تم فاریہ! نصرت نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

”بیٹا تم تو اس کی دوست ہو تم سمجھاؤ اسے کب چھوڑے گی یہ بچہ نہا تم کو آگے موقع چاہے ہو نا ہے اس کی شکایت کرنے کا اور یہ اسے مزید سوچ دیتی ہے۔ وہ کب نظری کا مظاہرہ کرتی ہے تو اسے آگور کرنا چاہئے لیکن یہ آگور کرنے کے بجائے باقاعدہ مقابلے پر اتر آئی ہے۔“

”فاریہ! یہ کیا کہہ رہی ہیں آئی۔“

”ابھی کو عادت ہو گئی ہے میری شکایت کرنے کی“ وہ

”لا پرواہی سے بولی۔“

”تم ان کو موقع مت دیا کرو شکایت کرنے کا اگر بھائی کچھ بولتی ہیں تو تم آگور کر دیا کرو۔“

”کتنا آگور کروں۔“ اب کی بار فاریہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”جتنا ممکن ہو۔“ شرمین کے کہنے پر اس نے سر جھکا۔

”چھوڑو یہ سب چلو میں تمہیں بڑو دکھاؤں بھائی سے کہہ کر منکوائے ہیں۔“

”ارے اسے مجھے تو دو۔“ اس کا ہاتھ کھینچنے پر نصرت نے اسے ٹوکا لیکن اس نے شرمین کو اٹھا کر دم لیا۔

”کیسے لگے میرے بڑو۔“ فاریہ کے پوچھنے پر شرمین نے ہنسنے میں ہند رنگ برنگے طوطوں کو

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

دوست کی دگر

فوزیہ یاسمین

قیمت 750/- روپے

32735021 فون نمبر

37 - اردو بازار، راولی - فون نمبر

دیکھا۔

”یارے ہیں۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”تمہیں جانوروں اور پرندوں سے اتنا پیار کیوں ہے۔“

”کیونکہ یہ انسانوں کی طرح اپنی زبان سے دوسروں کو تکلیف نہیں دیتے۔“ شرمین نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا لیکن یہ ایک لمحے کے لیے تھا اگلے ہی لمحہ مسکرا رہی تھی۔

”تم سناؤ تمہارے پر اشار مسز نونل کیسے ہیں۔“

”مجھے کیا بات کہیے ہیں مسز پر اشار۔“

”کیوں کیا ابھی تک بات نہیں ہوئی۔“

”نہیں اور نہ ہوگی۔“

”کیوں۔“ قاریہ نے تعجب کا اظہار کیا۔

”ابو کے دوست یعنی پر اشار کے والد آئے تھے ہمارے گھر لیکن انہوں نے کوئی بات نہیں کی جس کا مطلب ہے کوئی بات نہیں کیے بغیر بھی میڈیا کا بندہ ہے، میڈیا کی جیسی لڑکی کیسے اس کی چوائس ہو سکتی ہے۔“ وہ کچھ آزدی سے بولی۔

”ضروری نہیں میڈیا سے وابستہ ہر شخص فحش ہو۔“

”تم کبھی اس سے کی نہیں اس نے تمہیں دیکھا نہیں تو تمہیں کہہ سکتی ہو تم اسے پسند نہیں آؤ گی۔“

”تم اپنی بیماری ہو کوئی تمہیں دیکھ کر ہی نہیں مسکاتا۔“

”یہ تمہیں لگتا ہے کیونکہ میں تمہاری دوست ہوں۔“ شرمین اس کی محبت پر مسکرا کر بولی۔

”ابو نے کسی رشتہ داری کو بھی کہا ہے۔ پر سول وہ بھی کوئی رشتہ لے کر آ رہی ہے۔“

”یعنی یہ سولسی تم تو گول نے وہاں سے بات ختم کر دی ہے۔“

”ہم نے ختم نہیں کی انہوں نے ہی بات نہیں کی۔“ شرمین نے قاریہ کی تضحیک کی۔

”ہوں۔“ قاریہ نے ر سوج انداز میں ہنکارا بھرا۔

”ویسے انسان کو ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے اگر بات سنا۔“

بھانپ نہیں سکتے تو کہتے کیوں ہیں۔ لوگوں کی پیشیاں ملنا ہیں کیا؟“ قاریہ جذباتی ہو کر بولی تو شرمین مسکرا دی۔

”بھو تو دیا رابر ایک بات بھی جو ختم ہو گئی۔“

”نہیں یار کوئی بات ہے۔ پہلے اپنی دیر بات۔“ رکھی پھر جب وقت آیا تو خاموشی اختیار کر گئی تو اس نے بے کوسماں جھنجھکی کیا ضرورت تھی۔ مفت میں آکر رہا ہے۔“ اس کے جملے ہوئے انداز پر شرمین ہنس پڑی تھی۔

”ابو نے اسے اس وجہ سے انگلیس میں چیکہ منیر دی تھی بلکہ اس وجہ سے رہنے کی اجازت دی تھی کہ وہ ابوکے دوست کا بیٹا ہے اور تم غصہ کرنا بند کرو۔“

”سہن۔“ وہ سونے موڑے بغیر رک گئی تھی۔

”آپ خاور انکل کی بیٹی ہیں نا۔“

”جی۔“ وہ جیسے سے بولی۔

”میں نونل ہوں، انگلیس میں رہتا ہوں۔“

”جی۔“ وہ مزکر دیکھنے لگی۔

”مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا، اس دن آپ نے میرے لیے کھانا بھجوا یا تھا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ وہ اپنے مخصوص دھچکے لیے میں کہہ کر تیزی سے یہڑھیاں اٹھائی جبکہ نونل کو لگا کھانا کھانے پر گیا ہے۔

”نہیں کیا ہوا ہے۔“ وہ نیچے آیا تو سبطین نے اس کی شکل دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ ہزاری سے بولا۔

”تو منہ پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں۔“ نونل نے کوئی جواب نہیں دیا تو سبطین بھی خاموش ہو گیا۔

”آج میں نے اس کو دیکھا۔“ تب ہی نونل پھر سے بولا۔

”کسے؟“ سبطین یہ پٹاپ سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگا۔

”رہنما شہزادی کو۔“

”اچھا واقعی کہاں؟“ سبطین کام چھوڑ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

چھت پر لگی رہی پر کپڑے پھیلا کر وہ وہیں دھوپ میں کھڑا ہو گیا۔ نرم گرم دھوپ جسم کو سکون دے رہی تھی۔ تب ہی قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ آسمانی قیصر اور سفید شال میں وہ جو بھی تھی اس خوب صورت صبح کا حصہ لگ رہی تھی وہ نظریں بنائے بغیر اسے دیکھتا رہا اس لڑکی کی نظریں تک اس پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں چلتی ہوئی اس کے قریب آ رہی تھی تب ہی اس نے سانسے دیکھا اور چونک کر رک گئی۔ اس کی آنکھوں کا پہلا تاثر حیرت تھا لیکن اگلے ہی لمحہ سونے موڑ گئی تھی نونل کو ایک دم ہوش آیا تھا۔

”سہن۔“ وہ سونے موڑے بغیر رک گئی تھی۔

”آپ خاور انکل کی بیٹی ہیں نا۔“

”جی۔“ وہ جیسے سے بولی۔

”میں نونل ہوں، انگلیس میں رہتا ہوں۔“

”جی۔“ وہ مزکر دیکھنے لگی۔

”مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا، اس دن آپ نے میرے لیے کھانا بھجوا یا تھا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ وہ اپنے مخصوص دھچکے لیے میں کہہ کر تیزی سے یہڑھیاں اٹھائی جبکہ نونل کو لگا کھانا کھانے پر گیا ہے۔

”نہیں کیا ہوا ہے۔“ وہ نیچے آیا تو سبطین نے اس کی شکل دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ ہزاری سے بولا۔

”تو منہ پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں۔“ نونل نے کوئی جواب نہیں دیا تو سبطین بھی خاموش ہو گیا۔

”آج میں نے اس کو دیکھا۔“ تب ہی نونل پھر سے بولا۔

”کسے؟“ سبطین یہ پٹاپ سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگا۔

”رہنما شہزادی کو۔“

”اچھا واقعی کہاں؟“ سبطین کام چھوڑ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”چھت پر۔“

”پھر کیسی ہے۔“

”خوب صورت، اچلی صبح کی طرح۔“ نونل کا انداز کھویا کھویا تھا جس پر سبطین ابرو اچکا کر رہ گیا۔

”بڑی شاعرانہ اصطلاح استعمال کی ہے، اچلی صبح کی طرح۔“ وہ نونل کے الفاظ پر اٹا ہوا بولا۔

”یار! لگتا ہے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے ابو کو منع نہیں کرنا چاہیے تھا۔“

”واہ بھئی، ایک جھٹک میں اتنی کیا ملے۔“ سبطین نے اس کا تڑاٹی اڑایا جس کا نونل نے برا مانا تھا۔

”میں تمہیں مل کی بات جتا رہا ہوں اور تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔“

”اور سناہلی کی کاکیا ہو گئی۔“

”اس کا کیا میں کیا ذکر؟“ نونل بھنا کر بولا۔

”اسی کا تو ذکر ہے۔ اسی کی وجہ سے تم نے انکل کو انکار کیا اور ویسے بائے داوے وہ جو تم نے رحم دل شہزادی میں اتنی خامیاں نکالی تھیں وہ بھول گئے تم۔“

”یاد ہے مجھے سب۔“ نونل جل کر بولا۔

”تم سے بات کرنا فضیول ہے۔“ وہ اٹھ کر کچن میں آیا جہاں کینز کام کر رہی تھی۔

”کینز! اس دن جس نے میرے لیے کھانا بھیجا تھا کیا نام بتایا تھا تم نے۔“

”شرمین باجی نے کھانا بھجوا یا تھا۔“

”اچھاہ کر گئی کیا ہیں۔“

”کچھ نہیں باجی کھر رہی ہوتی ہیں۔“

”ہوں۔“ اس نے پر سوج انداز میں سر ہلایا۔

”وہ دونوں اکٹھے آفس سے گھر پہنچتے تھے گاڑی پارک کر کے گیٹ کی طرف بڑھے تب ہی خاور انکل گیٹ سے نکلے تھے وہ دونوں رک گئے۔“

”کسے ہیں انکل۔“ نونل نے سب سے پہلے بیٹی کی نمائش کی تھی۔

”دھمک ہوں ہم کیسے ہو میاں۔“

”ہم بھی دھمک ہیں انکل! آپ کہیں جا رہے ہیں۔“

ہیں۔ ”اب کی بار سبطین نے پوچھا تھا۔
 ”ہاں! کچھ مسلمان لانا تھا تو بارگاہِ جاہل تھا۔“
 ”لا میں انکل! ہم لے آتے ہیں۔“ توغل نے اپنی
 خدمات پیش کیں۔
 ”تم لوگوں کو زحمت ہوگی۔“
 ”زحمت کسی انکل! گاڑی میں جانا ہے۔“
 خاور صاحب تھوڑی دیر پیش کے بعد مان گئے
 تھے۔
 ”انتا زیادہ بیکری کا مسلمان! لگتا ہے، کوئی خاص
 مہمان آ رہا ہے۔“ وہ بیکری سے مسلمان لے کر نکلے تو
 سبطین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔
 ”خاص سے تمہارا کیا مطلب ہے۔“ توغل نے
 چونک کر پوچھا۔
 ”میری کوئی رشتہ دیکھنے بھی آ سکتا ہے۔“
 ”تمہیں کیا الہام ہوا ہے۔“ توغل نے برامان کر
 کہا۔
 ”آمار تارے ہیں مائی ذہن بڑی بے بھی جہاں میری ہو
 وہاں پھر تو آتے ہیں۔“
 ”ان کے گھر کون سی بیڑی ہے۔“ توغل نے ابرو
 اچکا کر پوچھا۔
 ”گندھل! مجاورہ بول رہا ہوں۔ اب تم نے منع کر
 دیا تو انہوں نے کسی سے تو رشتہ کرنا ہے اپنی بیٹی کا۔“
 توغل نے اب کی بار کوئی جواب نہیں دیا اور کار
 اشارت کر دی۔ جب وہ گھر پہنچے تب ہی ایک دوسری
 گاڑی بھی آ کر رکی تھی جس میں دو عورتیں اور دو مو
 نکلے تھے۔ ان کے اندر جانے کے بعد توغل نے نیل
 دی تو کینیا ہر آئی تھی۔
 ”یہ کون لوگ ہیں۔“ شاپر ز پکڑاتے ہوئے اس
 نے پوچھا۔
 ”شرمیں باجی کے رشتہ کے لیے آئے ہیں۔“ نیز
 کے کہنے پر توغل اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔ سبطین کے
 انداز سے ہی تصدیق ہو گئی تھی۔
 ”دیکھ لو! میں نے کہا تھا۔“ سبطین نے دانت
 نکل کر کہا تو توغل کل چلا اس کے دانت توڑ دے۔

اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اسے اتنا برا کیوں
 رہا تھا۔ اندر آ کر توغل بے چینی سے اصرار سے کہہ
 پھر رہا تھا۔ سبطین صوفے پر نیم دراز کب سے اس
 حرکات دیکھ رہا تھا جو بھی بچن میں جا رہا تھا، کبھی کبھی
 میں۔
 ”توغل! تمہیں آخر پریشانی کس بات کی ہے۔
 آخر اس نے پوچھ لیا۔
 ”یار! وہ رشتے والے کیوں آئے ہیں! اس کا رشتہ
 بڑے نہ ہو جائے۔“ وہ پریشانی سے بولا تو سبطین حیران
 رہ گیا۔
 ”تو واقعی سیریس ہے اس کے بارے میں۔“
 ”تو مجھے کیا لگتا ہے مجھے بالکل کتے نے کاٹ لیا ہے
 جو میں مارے گھر میں چکر اٹا چکر رہا ہوں۔“
 ”پاکل ہو تم بھی یار! اکل وہ تمہیں پسند نہیں تھی
 اور کہاں ایک جھک کے بعد تم اسے کھونے سے ڈر
 رہے ہو۔“
 ”تمہارے پاس کوئی حل ہے تو منہ کھولو ورنہ منہ
 بند کر لو۔“ وہ جھل کر بولا تو سبطین شرارتی انداز میں
 مسکرایا۔
 ”اس بات کا بہترین حل انکل کے پاس ہے، وہی
 ہیں جو تمہاری بنیاد لگ سکتے ہیں۔“
 ”اب کس مشورے ان سے بات کروں۔“
 ”اپنی تھوپڑ سے ساتھ بات کر جو اللہ تعالیٰ نے
 تمہاری گردن کے اوپر ڈال دیا ہے۔“ کچھ دیر سوچنے
 کے بعد اس نے شاپر صاحب کا نمبر لایا تھا۔
 ”ہاں! برخوار! تمہیں کہاں سے باپ کی یاد آئی۔“
 ان کے طنزی انداز پر توغل نے بے چارگی سے سبطین
 کا منہ دیکھا۔
 ”ابو! یاد تو آپ کو دودھ کرتا ہوں۔“ اس کی سمجھ میں
 نہیں آ رہا تھا کیسے شروع کرے۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔
 ”ابو! خاور انکل آپ کو بتا دے کہ میں۔“
 ”یاد تو میں بھی اسے کرتا ہوں لیکن سوچتا ہوں
 کس منہ سے اس بات اڑوں! تم نے مجھے بات
 کرنے کے قابل نہیں بنو ڈا۔“ ان کی بات سے

فل کو بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔
 ”ابو! اسی لیے فون کیا ہے آپ نے ان کی بیٹی کی
 بات کی تھی۔ مجھے متھوڑ ہے آپ ان سے بات کر
 لیں۔“ وہ جلدی سے بولا، ”مبادا وہ کوئی اور بات نہ کر
 لیں۔“
 ”اب کیا بات کروں جس وقت کرنا تھی اس وقت
 نہ منع کرنا۔“ وہ بھی اس کے باپ تھے۔
 ”ابو! آپ کر لیں ٹاپ لینے۔“ کہہ کر اس نے جلدی
 سے فون بند کر دیا اور گمراساس لیا۔ جیسے کوئی بڑا بوجھ
 ترا ہو۔ جبکہ صوفے پر لیٹا سبطین اس کی کیفیت سے
 غفلت اندوز ہو رہا تھا۔



ظہر کی نماز کے بعد وہ سستانے لیٹ گئی تھیں تب
 ہی دروازے پر دستک دے کر توید اندر داخل ہوا۔
 ”ابو! آپ سو تو نہیں رہی تھیں۔“ انہیں لینا کچھ
 کر دہو بیڑی رک گیا۔
 ”نہیں! ویسے ہی لیٹی تھی تم کو۔“ وہ لیٹے سے اٹھ
 بیٹھیں۔ وہ آکر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ نصرت غور سے
 اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھنے لگیں جو یقیناً ”ان سے کوئی بات
 کرنے آیا تھا۔ لیکن کیا بات۔ یہ انہیں معلوم نہیں
 تھا۔
 ”ابو! فاریہ کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ
 نے۔“
 ”فاریہ کے بارے میں کیا سوچنا ہے۔“ وہ حیران ہو
 کر بولیں۔
 ”میرا مطلب ہے اس کی شادی کے بارے میں کیا
 سوچا آپ نے؟ کیا اس کی شادی نہیں کرنی۔“
 ”کرنی ہے کیوں نہیں کرنی! کوئی اچھا رشتہ تو ہو۔“
 ”ابو! ایک رشتہ ہے تو۔“ کچھ دیر بعد وہ رک رک
 کر بولا۔
 ”کون۔“ وہ جاچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔
 ”شو! کاجھائی ناصر۔“ نصرت نے گمراساس لیا
 انہیں نوید سے یہی امید تھی۔

”تمہارے شہر ہونے کہا ہو گا۔“ انہوں نے سوال کیا۔
 ”شہر ہونے پہلے ہی بات کی تھی۔ کل رات کو پھر کی
 ہے۔“ وہ کافی زور دے رہی ہے۔
 ”اس کی چھوڑو۔ تم اپنی جتاؤ۔“ تمہیں ناصر فاریہ
 کے لیے تھک لگتا ہے۔“ ان کے سوال پر کچھ دیر کے
 لیے وہ جواب ہی نہیں دے سکا۔
 ”ناصر میں ایسی کیا خولی ہے جو میں اپنی بیٹی اس کے
 ساتھ بیاہ دوں۔“ جب وہ کوئی کرنا نہیں۔ کوئی ٹھکانہ
 اس کا نہیں۔ ہر وقت تو وہ یہاں پایا جاتا ہے شادی کے
 بعد وہ کہاں رکھے گا اپنی بیوی کو اور کہاں سے کھلائے
 گا۔ اب یہ تو نہیں ناصر شہر کا بھائی ہے تو میں اپنی بیٹی
 کنوئیں میں دھکیل دوں۔“ وہ ناراضی سے بولیں۔
 ”ابو! میں نے ویسے ہی ایک بات کی تھی۔“ توید
 شرمندگی سے بولا۔
 ”بات کرنے سے پہلے سوچ ہی لیے کیا بات کرنے
 لگے ہو اور کس کے بارے میں کرنے لگے ہو۔ فاریہ
 تمہاری بہن ہے جس کو تم نے بیٹیوں کی طرح پالا
 ہے۔“ توید سر جھکا کر رہ گیا۔
 ”ابو! اچھو یار! بارگاہِ جاہل ہی تھی تو میں نے بات کر
 لی۔“ توید بات کر کے شرمندہ تھا۔
 ”شو! تمہیں کنوئیں میں چھلا لگا دو گے۔“ توید سر جھکا
 کر رہ گیا۔
 ”میں نے رشتہ کروانے والی عورت سے کہہ رکھا
 ہے اگر تمہاری بیوی ہونے دے تو وہ پچھلے دنوں ایک
 رشتہ لے کر آئی تھی لیکن تمہاری بیوی نے پتا نہیں
 ان سے کیا کہا وہ دوبارہ پلٹ کر نہیں آئے اچھا ہوا تم
 نے خود بات کر لی۔ اپنی بیوی کو سمجھاؤ۔ یہ فضول
 حرکتیں چھوڑ دے ایسی اوپھی حرکتیں کرنے سے
 میں اپنی بیٹی کا رشتہ اس کے گتے بھائی سے نہیں کرنے
 والی۔“
 ”جی! ابو! آپ غصہ نہ کریں میں اسے سمجھا دوں
 گا۔“ اور لگتا تھا توید نے کچھ زیادہ اچھی طرح بیوی کو
 سمجھا دیا تھا۔ شام تک اس کا موڈ بہت خراب تھا بچن

میں کام کرتے ہوئے وہ مسلسل بڑھتی رہی تھی۔
 ”اپنی بیٹی کو پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں۔ کہیں کی شادی
 ہے نا جس کے لیے کوئی شہزادہ اترے گا۔ میرا
 بھائی نکلا ہے تو ان کی بیٹی جیسے بڑی جوڑی ہے۔ دیکھتی
 ہوں کون سا آئینہ مٹتا ہے میرے بھائی کو بھی کوئی
 رشتوں کی کمی نہیں۔“ فاریہ گفتی دیر تک تھوکی
 پرواہت سستی رہی پھر تنک آکر اٹھ کر کمرے میں آ
 گئی۔

”یہ بھابی کو کیا ہوا ہے۔ مسلسل بولتی جا رہی ہیں
 اور قصیدہ بھی میری شان میں پڑھ رہی ہیں حالانکہ آج
 تو میرا ان کا سامنا بھی نہیں ہوا۔“ وہ نصرت کے سامنے
 کھڑی ہو کر بولی۔

”دیکھ میں نوید آیا تھا تاہم کار شیشے کے کریمیں نے
 بھی اچھی خاصی سناسیں اسے داغ خراب ہو گیا ہے
 اس کا اور اس کی بیوی کی حرکت بھی بھائی۔ اس نے جا
 کر کچھ کہا ہو گا تب ہی جلے توے پر بیٹھی ہے تمہاری
 بھابھی۔“

”اوہ تو آپ نے بھائی کو منع کر دیا۔“

”تو اور کیا نہ کرتی۔“

”نہیں امی! آپ نے بہت اچھا کیا۔“ فاریہ نے
 جیسے شکر ادا کیا۔

”اب تم کہہ جا رہی ہو۔“

”جی ہاں تو اب رات تک بونی بولتی رہیں گی۔ میں
 شریمین کی طرف جا رہی ہوں۔“ وہ کہہ کر جلدی سے
 باہر نکل گئی۔ وہ فی فی کو گود میں اٹھائے گیٹ میں داخل
 ہونے لگی تھی کہ فی فی نے چھلانگ لگا دی وہ اسے
 پکڑنے کے لیے آگے بھکی جب زور سے اس کا سر
 کسی سے ٹکرایا۔ اسے صبح معنوں میں دل میں تارے
 نظر آگئے مقابل کو بھی ٹکر زور سے لگی تھی تب ہی وہ
 بلایا ہوا تھا۔

”نظر نہیں آتا جو پاگلوں کی طرح ٹکر مارتے پھر
 رہے ہیں۔“ عطیہ فاریہ کی کچی پھر بھی وہ سر کو تھامتے
 ہوئے اگلے بندے پر چڑھ دوڑی اور سامنے والے پر
 نظر پڑنے ہی اس کا غصہ اور سوا ہو گیا۔ اس کے سامنے

ساتھ بڑیل ڈالے سبطین کھڑا تھا۔
 ”نظر تو مجھے آپ کی کمزور گتتی ہے بلکہ فٹ
 ساتھ دماغ میں بھی کچھ غلط محسوس ہوتا ہے۔
 آپ لوگوں سے ٹکرانی پھرتی ہیں۔“
 ”ٹکرانی میں ہوں۔“ اٹکی سے اپنی طرف ا
 کیا۔

”تو اور کیا۔“

”میں اپنی بیٹی کو پکڑ رہی تھی آپ سامنے آ۔“

آپ نہیں سامنے سے۔“
 سبطین نے کچھ حیرت سے اس بید دماغ لڑکی کو د
 جو بیٹی کو اٹھا کر اندر چلی گئی تھی۔ وہ کھولتے ہوئے و
 کے ساتھ پارک میں نکل گیا۔ کچھ دیر پارک میں بیٹھ
 بچوں کو کھیلنے دیکھا رہا اور کچھ دیر بعد وہاں سے پور ہو
 اٹھا گیا۔

واپسی میں لان میں کوئی نہیں تھا۔ البتہ بی بی بڑے
 مزے سے لان میں منگھٹ کر رہی تھی۔ وہ اندر
 جاتے جاتے رک گیا۔ اس نے مز کر بیٹی کو جانچو
 نظروں سے دیکھا اور پھر ان ہی نظروں سے جا رہا
 طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا وہ مسکرا کر بی
 کی طرف بڑھا۔ وہ جب اندر آیا تو نفل صوفے پر بیٹھ
 دراز تھا۔ سبطین پر نظر پڑے ہی وہ چونک کر اٹھا تھا۔

”یہ کس کی بیٹی لے کر آئے ہو۔“

”اپنی ہی بھجی۔“ سبطین نے پیار سے بیٹی کی پشت

کو سلایا۔

”تاہم تو جلے۔“ نفل اب نور سے بیٹی کو دیکھ رہا تھا

جو سبطین کے ہاتھوں میں طوفان برپا کر رہی تھی۔

”میں باہر آ رہا تھا تو راستے میں کھڑی تھی۔“

”کتنے گلی میں مہل آوا۔“ مجھے بھی ساتھ لے چلو تو

میں اسے لے آیا۔“

”واہ۔“ نفل نے کہا۔

”اب تم اسے جہان۔“ کئے کہ بیٹی کی زبان بھی

سمجھنے لگے۔“

”جی ہاں۔“ نفل نے اس بات پر سے اتنی

بیاری اور سہلہ۔“ سبطین نے بیٹی کو نیچے

اٹھا کر لے گئی۔
 ”گتا ہے بیٹی کو تم پسند آئے ہو۔“ سبطین کے
 لڑائی انداز پر نفل سر جھٹک کر بیٹی کے سر پر ہاتھ
 پڑنے لگا۔ سبطین مسکرا کر بچن میں چلا گیا۔ واپسی
 بن اس کے ہاتھ میں پالہ تھا جس میں دو دھ تھا۔ اس
 نے پالہ زمین پر رکھا بیٹی بھاگتی ہوئی آگئی اور دو دھ
 بننے لگی۔ سبطین چونک کر زمین پر اس کے پاس
 بیٹھ گیا۔

”گتا ہے تمہاری ماکن کافی ظالم عورت ہے۔
 نہیں کھانے پینے کو نہیں دیتی تب ہی تو تم اتنی کمزور
 ہو۔“ نفل نے حیرت سے موٹی نازی بیٹی کو دیکھا جو
 کسی دلوے سے کمزور نہیں لگ رہی تھی۔ بیٹی نے
 پالہ خالی کر دیا تھا۔ اب وہ مزے سے کمرے میں محوم
 رہی تھی۔

 فاریہ حواس باختہ سی اندر داخل ہوئی تو شریمین
 حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔
 ”جی نہیں کیا ہوا اتنی بھڑائی ہوئی کیوں ہو۔“
 ”فی فی میں مل رہی۔“ وہ رو دیا کسی ہو کر بولی۔
 ”میں ہو گی کہاں جائے گی۔“ شریمین بھی اس کے
 ساتھ باہر لان میں نکل آئی۔ انہوں نے سارا کھر
 چھان مارا۔

”فی فی کا کچھ پتا نہیں تھا۔ تھک کر فاریہ رونے لگی
 تھی۔ شریمین نے پریشانی سے اسے دیکھا۔
 ”مل جائے گی فاریہ! اس میں رونے والی کیا بات
 ہے۔ ہو سکتا ہے کھر چلی گئی ہو۔“ شریمین کے کہنے پر
 فاریہ تیزی سے آنسو صاف کیے۔
 ”میں دیکھ کر آتی ہوں۔“ وہ گھر آئی تو کثیر کپڑے
 دھو رہی تھی۔
 ”کثیر! اس نے فی فی کو دیکھا؟“
 ”نہیں بائی! وہ تو آپ کے ساتھ گئی تھی۔“
 ”ہاں میرے ساتھ گئی تھی۔ شریمین کے کھر تھی

پیارے بچوں کے لئے

چھوٹی چھوٹی کہانیاں



بچوں کے مشہور مصنف

محمود خاور

کی لکھی ہوئی بہترین کہانیاں
 پر مشتمل ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے
 آپ اپنے بچوں کو تحفہ دینا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ 1 ماسک مفت

قیمت 300/- روپے

ڈاک خرچ 50/- روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی۔ فون: 32218361

وہاں سے پتا نہیں کمال چلی گئی۔
 فارسی نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔ پتا نہیں
 کمال ہو گیا۔
 بالکی رو میں نہیں مل جائے گی چلیں میں آپ کے
 ساتھ چلتی ہوں۔ ان دونوں نے کالوں کے ہر ٹکڑے میں
 پتا کیا۔ پارک بھی دیکھ لیا۔ دوسرے شام ہو گئی لیکن فی
 فی کا چہرہ پتا نہیں چلا۔

نوفل کب سے بسطین کو دیکھ رہا تھا۔ جوبلی کی ناز
 برداروں میں مصروف تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد جلی
 سے باتیں بھی کر رہا تھا۔ تب ہی دروازے پر دستک
 ہوئی۔ نوفل نے ایک نظر بسطین کو دیکھا جو جوبلی کو گود
 میں لیے پتا نہیں کون سی لوریاں بنا رہا تھا۔
 ”اگر کوئی پلی کا پوچھے تو نہ بتانا۔“
 ”کیوں؟“ نوفل حیران ہو کر بولا۔
 ”بس کہا ہے تیں۔“ وہ جوبلی کو اٹھا کر اندر لے گیا۔
 نوفل نے حیران ہوتے ہوئے دروازہ کھولا۔ سامنے کینز
 اور فارسی کھڑی تھیں۔
 ”نوفل بھائی! یہاں کوئی سفید رنگ کی جلی تو نہیں
 آئی؟“ نوفل نے گڑبڑا کر پوچھے دیکھا جہاں سے بسطین
 آ رہا تھا۔
 ”نہیں، یہاں تو کوئی بھی نہیں آئی۔ کیوں خیریت
 ہے۔“ بسطین نے بھولا پن کر پوچھا۔
 ”فارسی باجی کی جلی تھی۔ اور لان میں گھوم رہی تھی،
 وہاں سے پتا نہیں کہاں چلی گئی۔“ بسطین نے کینز
 سے نظر ہٹا کر فارسی کو دیکھا تو چونک گیا۔ رونے کی وجہ
 سے اس کی آنکھیں سوچ چکی تھیں۔
 ”تھینک یو“ آپ کو ڈسٹرب کیا۔ وہ ماپوس ہو کر
 بولی۔ ان کے جاتے ہی نوفل نے بسطین کی کلاں کی
 جلی۔
 ”تمہیں شرم نہیں آتی کسی کی جلی پھمکتے
 ہوئے دیکھ نہیں رہے اس لڑکی کا رور کر کتنا ہمارا حال
 ہے۔“

”اچھی بات ہے،“ محترمہ کا تھوڑا دلخیز
 لگے۔ آپ کو بڑی توپ چتر سمجھتی ہیں۔“
 نے جیسے نوفل کی بات کو ہوا میں ادا کیا۔
 ”کدھر ہے جلی۔“ نوفل کے پوچھنے پر
 چونک کر سیدھا ہوا۔
 ”اسے تو میں ہاتھ روم میں بند کر آیا تھا۔“ وہ ا
 دم اٹھ کر کھٹکا۔
 واپسی میں جلی اس کے ہاتھوں میں تھی۔
 ”اتنی تیز ہے جلی کے ٹپ میں چھلانگ لگنے
 کو شش کر رہی تھی۔“ بسطین نے جلی کے بالوں
 بھاڑتے ہوئے بتایا۔
 ”بسطین بار! اچھا نہیں لگتا۔ پتا نہیں یہ جلی ام
 لڑکی کے لیے کتنی خاص ہے جو وہ اتنا روری تھی
 اسے واپس کر آؤ۔“
 بار! اس لڑکی نے بہت دفعہ میرے ساتھ بد تمیزا
 کی ہے۔“
 ”چلو بار! تم آئو ر کرو، جلی واپس کر دو۔“ بسطین
 نے برا سامنے بنایا۔ پہلے جا کر اس نے باہر جھانکا، وہاں
 کوئی نہیں تھا پھر جلی کو اٹھا کر تیزی سے باہر نکلا وہ دونوں
 پارک کی طرف جا رہی تھیں۔
 ”اگے بکسو ذی۔“ جلی آواز پر فارسی نے پیچھے مڑ کر
 دیکھا اور فی فی کو بسطین کی گود میں دیکھ کر وہ بے ساختہ
 اس کی طرف ہنسی کی۔
 ”یہ آپ کو لایا۔“ جلی نے اس نے بسطین سے
 پوچھا۔
 ”یہ وہیں لایا۔“ جلی نے ہاتھ اٹھا کر وہیں سیر کر دی
 تھی۔
 ”میں تو انہیں جلی لایا۔“ کینز نے مشکوک نظروں
 سے بسطین کو دیکھا۔
 ”تمہاری بات سنا۔“ جلی نے کینز کو بسطین نے
 ایک ایک لفظ۔
 ”آپ کا۔“
 ”بسطین ام۔“ جلی نے اس کے شکر لیا اور کرنے
 پر بسطین نے ادا کیا۔

”تھینک یو بسطین۔“ فارسی اب کی بار مسکرا کر
 جلی تو بسطین کی نظر جیسے اس کے چہرے پر ٹھہری گئی
 کی۔
 ”لگتا ہے آپ کو یہ جلی بہت پیاری ہے۔“ اس کی
 جلی دیکھ کر بسطین کو پوچھتا رہا تھا۔
 ”اس کا نام فی فی ہے اور یہ مجھے بہت عزیز ہے۔
 میری سالگرہ پر میرے پاپا نے مجھے گفٹ کی تھی۔ یہ
 میرے پاس ان کی نشانی ہے اس وجہ سے یہ مجھے بہت
 پیاری ہے۔“ ایک بل کے لیے بسطین کو اپنی حرکت
 پر شرمندگی ہوئی تھی۔
 ”ایک بار پھر اس کا شکر یہ ادا کیا۔“ بسطین کو وہ مسکراتی
 ایک بار پھر اس کا شکر یہ ادا کیا۔ بسطین کو وہ مسکراتی
 ہوئی نہ جانے کیوں اچھی لگی۔ اس کو اس کی ہر بد تمیزی
 بھول گئی تھی بس کی یاد رہا، وہ مسکراتی ہوئی اچھی لگتی
 ہے۔

وہ کمرے میں آئی تو خاور صاحب فون پر مصروف
 تھے۔ وہ کمرے کے ان کے فری ہونے کا انتظار کرتے لگی۔
 فون رکھ کر انہوں نے گہرا سانس لیا۔
 ”کس کا فون تھا ابو۔“
 ”شاید کا فون تھا۔“
 ”خیریت تھی۔“ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔
 ”تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ رہا تھا اس
 دن بات کرنے آیا تھا لیکن کسی وجہ سے نہیں کی۔ اب
 وہ لوگ بات کرنے آنا چاہتے ہیں۔“ شرمین خاموشی
 سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔
 ”میں نے منع کر دیا۔“ کہہ کر انہوں نے گہرا سانس
 لیا۔
 ”شاید کو میں نے بتا دیا کہ تمہاری بات طے کر دی
 ہے میں نے ٹھیک کر دیا۔“
 ”جی ابو۔“ وہ سرجہ کا کر لوی تو وہ غور سے اس کا چہرہ
 دیکھنے لگی۔
 ”نوفل مجھے پسند ہے لیکن اب میں ان لوگوں سے

بات کر چکا ہوں۔ وہ لوگ بھی اچھے لگ رہے ہیں۔
 لڑکے کا اپنا کاروبار ہے۔ کھاتے جیتے لوگ ہیں ویسے
 بھی نوفل کافی دی میں کام کرنا مجھے پسند نہیں پھر بھی
 سمجھ نہیں پارہا میں نے ٹھیک کیا یا غلط۔ شاید کو منع کر
 کے میرا دل برا ہو گیا ہے۔“ وہ کہہ کر پیشانی مسلتے لگے تو
 شرمین اٹھ کر ان کے قریب آ گئی۔
 ”ابو! آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ نے جو بھی فیصلہ
 کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔“
 ”تم خوش ہونا۔“ وہ ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھنے
 لگی۔
 ”جی ابو۔“ وہ نظریں جھکا کر لوی تو خاور صاحب سر
 ہلا کر رہ گئے۔

وہ خاموشی سے دوسری طرف کی بات سن رہا تھا۔
 ”تمہاری وجہ سے اتنی اچھی لڑکی ہاتھ سے نکل
 گئی۔ پتا ہے،“ مجھے کتنی شرمندگی ہوئی خاور سے بات
 کرتے ہوئے کیا سوچتا ہو گا وہ، بسطین کی پھر کر گئے
 اب پھر آگئے۔ اس نے اپنی بیٹی کی بات طے کر دی
 ہے۔ اب ظاہر ہے ہم نے نہیں کی تھی، اس نے
 کہیں تو کرنی چکی پر مجھے بہت افسوس ہے۔ مجھے وہ بیٹی
 بہت پسند آتی تھی اور ایک بات۔“ وہ تیزی سے بولی۔
 ”میں تمہیں منع کرنا تھا جی میں کام کرنے سے،
 دیکھ لو خاور نے بھی یہی کہا اسے تمہارا یہ کام پسند نہیں
 شاید یہ وجہ بھی ہے اس کے انکار کی۔“ وہ ان کی ساری
 گفتگو خاموشی سے سنتا رہا۔ کچھ نہیں بولا تھا۔
 ”اب کچھ بولو گے بھی یا نہیں۔“
 ”کیا بولوں اب۔“ وہ دھیمی آواز میں بولا۔ اس کا
 لہجہ محسوس کر کے وہ خاموش ہو گئے۔
 ”تمہیں افسوس ہوا ہے؟“ شاید صاحب اس سے
 پوچھ رہے تھے وہ اب بھی خاموش رہا تھا پھر بولا۔
 ”ابو! میں آپ سے بعد میں بات کرنا ہوں۔“
 ”کیا کہہ رہے تھے انکل۔“ کب سے خاموشی سے
 دیکھتا بسطین نوفل سے پوچھنے لگا۔

”اس کی بات کہیں اور طے ہو گئی ہے۔“
 ”اب۔“ بسطین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو فون سننے کے بعد بالکل خاموش ہو گیا تھا۔
 ”میرا خیال ہے، تمہیں خاور اٹکل سے بات کرنی چاہیے۔“
 ”جیس اب یہ مناسب نہیں لگتا۔“ نوفل نے بسطین کی رائے مسترد کر دی اور خود اٹھ کر باہر نکل گیا۔

ان دونوں نے سو سائی کا کلب جوائن کیا تھا۔ بسطین نوفل کا مود ٹھیک کرنے کے لیے زور دیتی اسے ساتھ لے آیا تھا۔ وہاں ان کی ملاقات فاریہ سے ہوئی، وہ بھی اس کلب کی ممبر تھی۔
 ”کیسی ہیں آپ؟“ اسے دیکھ کر بسطین خود ہی اس کی طرف اٹھ گیا تھا۔
 ”میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں۔“
 ”اللہ کا شکر ہے، آپ کی فی ٹی وی سی ہے اب تو آپ کو بتائے بغیر کہیں نہیں گئی۔“ بسطین کی بات سن کر وہ ہلکھلا کر ہنس پڑی۔
 ”نہیں، میرے ساتھ ہے۔ وہ دیکھیں۔“ اس نے پاس بٹھرتی فی ٹی وی کی طرف اشارہ کیا۔
 ”لگتا ہے یہ آپ کی بیسٹ فرینڈ ہے۔“
 ”جی کہہ سکتے ہیں۔“ وہ فی ٹی وی کو گود میں اٹھا لے ہوئے بولی۔
 ”سنیں۔“
 ”جی۔“ وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔
 ”آپ کہیں انجیجیل تو نہیں؟“
 ”کیوں؟“ فاریہ نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔
 ”جنرل تاج کے لیے پوچھ رہا ہوں۔“ بسطین نے مسکراہٹ دے دیکھے ہوئے کہا۔
 ”آپ جنرل تاج پر نہیں، کوئی کام کاج کرنے پر غور کریں۔“ بسطین سر ہچکا کر رہ گیا۔

✽ ✽ ✽

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔“ خاور صاحب پریشانی سے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا جن کے ہاتھ کے ساتھ کچھ دن پہلے انہوں نے شرمین کی بات کی تھی۔
 ”بھائی جی! جج بات کہنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے۔ میرا بیٹا نیا کاروبار شروع کرنا چاہ رہا ہے، اس کے لیے سہائے کی ضرورت ہے، کل کو شادی ہوئی ہے تو جو آپ کا ہے وہ آپ کی بیٹی کا بھی ہو گا تو جو آپ نے بعد میں دینا ہے وہ آپ اپنی دے دیں، ہمیں بھی فائدہ ہو جائے گا۔“
 ”یہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، جو بھی میرا ہے میری بیٹی کا ہے لیکن پہلے سے مطالبہ کرنا کیا مناسب لگتا ہے۔“
 ”بھائی صاحب! مناسب لگا ہے تو آپ سے کہہ رہے ہیں۔“ وہ خاتون شرمندہ ہونے کو تیار نہیں تھیں۔
 ”آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔“
 ”سوچ لیں بھائی صاحب! لیکن انجام کے ذمے دار آپ خود ہوں گے اگر آپ کو ہماری شرط منظور نہیں تو آپ اس رشتے سے انکار سمجھیں۔“ وہ دو ٹوک انداز میں بات کر کے کھڑی ہو گئیں، جبکہ خاور صاحب سے کتنی دیر تک اپنی جگہ سے ہلکا نہیں گیا۔

✽ ✽ ✽

انہیں اپنے جلد بازی کے فیصلے پر افسوس ہو رہا تھا۔ اس رشتے کے دوران نوفل کا رشتہ بھی کیا تھا جسے انہوں نے سوچے سمجھے بغیر انکار کر دیا تھا۔ اگر انہیں ذرا سامی اندازہ ہو مگر یہ لوگ اتنے لالچی ہیں وہ کبھی شرمین کا رشتہ وہاں طے نہ کرتے انہوں نے بہت سوچنے کے بعد ان لوگوں کو انکار کھلوا دیا تھا۔ وہ خاتون گھر آ کر ان کو اپنی باتیں سنار گئی تھیں کہ وہ شرمین کے سامنے شرمندہ ہو کر رہ گئے تھے انہیں اپنا آپ شرمین کا بھرم لگنے لگا تھا جنہوں نے جائیداد ان کے نام نہ کر کے شرمین کی زندگی خراب کر دی تھی۔

✽ ✽ ✽ مائدہ شعاع ابریل 2017

آج اتوار کا دن تھا۔ وہ کب سے شرمین کو دیکھ رہے تھے جو سارے کام مکمل خاموشی سے کر رہی تھی۔ خاموش طبع تو وہ پہلے بھی تھی لیکن اس دن کے بعد اس کی جب زیادہ بھی ہو گئی تھی۔ انہیں عجیب سے بچہ تانے کا احساس ہونے لگا۔ اچانک انہیں اپنے دل میں درد محسوس ہوا۔ شرمین بچن سے باہر نکلی تو اس کی نظر خاور صاحب پر پڑی جن کا رنگ بالکل سفید ہو گیا تھا اور وہ ایک ساتھ سے اپنے سینے کو مسل رہے تھے۔
 ”ابو! ابوی کیا ہو آپ کو۔“ وہ بھاگ کر ان کے پاس آئی تھی۔ انہوں نے مسکرا کر تسلی دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ ان کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ شرمین کھرا کر سیدھی ہوئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔
 ”ابو! کیا ہو رہا ہے کچھ تو بولیں۔“ وہ خود بھی ان کا سینہ سے ملانے لگی۔ لیکن اب ان کا سانس بھی اکھڑنے لگا تھا۔ وہ اگلے قدموں باہر کی طرف بھاگی۔ اب وہ اتنی سی کا درد بڑھا رہی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح دروازے کو کھینچنے لگی۔ نوفل نے غصے سے دروازہ کھولا لیکن اس پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے کے اثرات بدل گئے تھے۔
 ”آپ۔“ وہ حیران ہوا۔
 ”ابو! تو پتا نہیں کیا ہوا ہے، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔“ وہ روتے ہوئے بولی۔ نوفل پریشانی سے اس کے پیچھے بھاگا۔ جب وہ اندر آیا خاور صاحب بے ہوش ہو چکے تھے۔ شرمین کی جج نکلی گئی تھی۔ نوفل نے ان کی بغض منی جو بہت آہستہ چل رہی تھی۔ وہ بسطین کو بلا لے بھاگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ انہیں ہسپتال لے کر جا رہے تھے۔
 اسے مسلسل روتے اور پریشان دیکھ کر نوفل کو اس کے پاس آنا پڑا۔
 ”واکرا! اٹکل کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“
 ”ابو! ٹھیک ہو جائیں گے۔“ وہ روتے ہوئے پوچھنے لگی نوفل کو اس پر بے حد ترس آیا تھا۔ اسے

بیک وقت اس پر ہار بھی آ رہا تھا اور ترس بھی۔
 ”وہ ضرور ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ بیٹھ جائیں۔“ اس نے بچی کی طرف اشارہ کیا وہ مسلسل تین گھنٹوں سے کھڑی تھی۔ تب ہی بسطین چائے کے ساتھ سینڈویچ لے آیا۔ اس کی طرف کپ اور سینڈویچ بڑھایا تو اس نے انکار کر دیا۔
 ”مجھے بھوک نہیں ہے۔“
 ”بھوک نہیں پھر بھی کھانا پڑے گا۔“ نوفل نے زور دے کر کہا تو شرمین نے ایک نظر اسے دیکھ کر کپ اور سینڈویچ تھام لیا۔
 ”دیسے اچانک اٹکل کو ہوا کیا تھا، کوئی پریشانی تھی؟“ بسطین اس سے پوچھ رہا تھا۔
 ”پریشانی۔“ اس نے زیر لب دہرایا اور ایک نظر دونوں کو دیکھ کر سرفی میں ہلایا۔ خاور صاحب کو ہوش آ گیا تھا، ان کو اٹھانا چاہن ہوا تھا اور اب انہیں کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ نوفل اور بسطین نے ان کا اتنا ساتھ دیا تھا کہ خاور صاحب ان کے ممنون ہو گئے تھے۔

✽ ✽ ✽

اس دن وہ گھر میں اکیلی تھی ابھی کھانا تیار کر کے اسے ہسپتال جانا تھا جب ڈور بیل کی آواز پر وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ اس وقت عمو! کوئی آنا نہیں تھا۔ وہ باہر نکل آئی۔ گیٹ کے سوراخ سے اس نے بھاٹک کر دیکھا۔ باہر بڑی بڑی مچھلیوں والا آدمی کھڑا تھا جسے دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔ تیل ادیا رہا ہوا تھی۔ تب ہی تیل کی آواز سن کر نوفل باہر نکل آیا تھا۔ اسے یوں گیٹ کے سامنے کھڑے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔
 ”کیا بات ہے، آپ گیٹ کیوں نہیں کھول رہیں۔“ وہ واقعی حیران ہوا تھا۔
 ”باہر ایک آدمی ہے۔“ وہ گھبرا کر بولی۔ نوفل نے ایک کمری نظر اس کی گھرائی صورت پر ڈالی اور مسکرا دیا۔
 ”آپ جائیں، میں دیکھ لیتا ہوں۔“ وہ تیزی سے

✽ ✽ ✽ مائدہ شعاع ابریل 2017

اندرونی طرف بڑھی تھی۔
”جی فرمائیے۔“ نوفل نے آنے والے کو سر سے
پیر تک دیکھ کر پوچھا۔ وہ شخص اس کو دیکھ کر حیران ہوا
تھا۔

”خلور صاحب سے ملنا تھا۔“
”وہ تو گھر پر نہیں، مجھے بتائیں ان سے کیا کام ہے
آپ کو۔“
”آپ کون ہیں، پہلے تو یہی آپ کو نہیں دیکھا۔“
”میں خلور صاحب کا رشتہ دار ہوں، میں ریتا
ہوں۔“
”میں ان کی دو کالوں کا رلیہ دینے آیا ہوں۔“
”لائسنس مجھے دے دیں۔“ وہ تھوڑا کھٹکشا کا شکار
لگ رہا تھا۔
”اگر آپ کو اعتبار نہیں تو آپ پھر آکر دے
دیں۔“

”نہیں۔ اب میں بار بار نہیں آ سکتا۔ یہ پچاس
ہزار ہے۔ سن میں اور خلور صاحب کو تیار اس شکور آیا
تھا۔“ وہ اسے پیسے پکڑا کر چلا گیا تو وہ گیٹ بند کر کے
اندروں آگیا۔ دروازہ کھٹکشا کر رہا ہر ہی کھڑا ہو گیا۔ شرمین
باہر آئی تھی۔

”یہ باہر کوئی شکور آیا تھا۔ انکل کے لیے یہ پیسے
دے کر گیا ہے۔ پچاس ہزار ہیں، گمن لیں۔“ وہ اسے
پکڑاتے ہوئے بولا۔
”شکریہ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو۔“
”تو کچھ بھی نہ ہوتا۔“ وہ اس کا ہاتھ ایک کر بولا۔
”آپ سب لوگوں سے بونہی ڈرتی ہیں۔“ وہ اس کا ڈر
سمجھ کر بولا تو وہ جھنجھپ گئی۔
”میں ہسپتال جا رہا ہوں، آپ کو چلنا ہے۔“
”نہیں، میں ابھی ٹھکانا بنا رہی ہوں۔“
”میں انتظار کروں گا۔“

”میں قاریہ کو کہہ چکی ہوں۔“ نوفل نے
زور نہیں کیا۔ وہ سمجھ گیا وہ اس کے ساتھ نہیں جانا
پاتا۔

”بیٹا! اب میں ٹھیک ہوں۔“ تم تھوڑی دیر گھر
آرام کر لو۔“ خلور صاحب نے مسکرا کر شرمین
مرحبا ہوا چہرہ دیکھا۔ ان تین دنوں میں وہ گھن چ
کر رہ گئی تھی۔

”نہیں ابو! میں ٹھیک ہوں۔“ وہ مسکرا کر بولی وہ
سب نکال کر ان کے قریب بیٹھ گئی اور تھوڑا تھوڑا کر
کے انہیں پلانے لگی۔
”اسلام علیکم انکل! اب کسی طبیعت ہے۔“
”جی نوفل اندر داخل ہوا تھا۔
”اب تو بیٹا! بہت بہتر ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنا
تھا۔ تم اتنا تاخیر نکال کر میرے لیے آئے ہو۔“
”شرمندہ کر رہے ہیں انکل! آپ ہم ایک ہی گھر
میں رہتے ہیں اور آپ میرے انکل بھی ہیں۔ آپ کی
طبیعت خراب ہے اور میں گھر مرنے سے بیٹھ جاؤں
ایسا تو ہو نہیں سکتا۔“ وہ مسکرا کر بولا تو خلور صاحب
نے بار بار اسے دیکھا۔

”میں نے ابو کو بھی بتایا آپ کی طبیعت کی خرابی
کے بارے میں۔ وہ بھی برسوں آرہے ہیں۔“
”تم نے خواہ خواہ شاید کو تکلیف دی۔“
”انکل پلیز! بار بار تکلیف کا لفظ استعمال کرنے
میں غیر نہیں کریں۔ اب آپ آرام کریں۔ کل
آپ کو ڈسچارج بھی کر دیں گے۔ میں ڈاکٹر سے بھی مل
کر آیا ہوں۔“

”تھنک یو بیٹا۔“
”پھر انکل۔“ وہ مسکرا کر بولا تو وہ بھی مسکرا رہے۔
”بیٹا! تم گھر جا رہے ہو تو شرمین کو بھی گھر چھوڑ دو۔“
وہ دن سے اس نے بالکل آرام نہیں کیا۔ ”نوفل نے
شرمین کی طرف دیکھا جس نے گھبرا کر باپ کو دیکھا
تھا۔

”لیکن ابو۔“
”جاؤ بیٹا! آرام کرو، میں اب ٹھیک ہوں۔ تم صبح
آجانا، نوفل اپنا ہی بچہ ہے بے فکر ہو کر جاؤ۔ اس کا
گرہ محسوس کر کے انہوں نے تسلی دی تو وہ سر ہار کر رہ
گئی۔

گاڑی چلا تے ہوئے اس نے گردن موڑ کر اسے
دیکھا جو دونوں ہاتھ گود میں رکھے کھڑکی سے باہر دیکھ
رہی تھی۔
”آپ اب بھی پریشان ہیں، اب تو انکل بالکل
ٹھیک ہیں۔“

”ہوں۔“ وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔
”آپ رورہی ہیں۔“ وہ حیران پریشان ہو کر بولا۔
”میں بہت ڈرتی تھی۔ ابو کے علاوہ اس دنیا میں
میرا کوئی نہیں اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو میں جیتے ہی مر
جاتی۔“ یہ کہتے ہوئے آنسو آنکھوں سے باہر آگئے
تھے۔ نوفل نے ہونٹ بھیجے لیے۔
”لیکن اب انکل ٹھیک ہیں۔“ تھوڑی دیر بعد وہ
بولا تو اپنی بے اختیاری پر شرمندہ ہو کر اس نے آنسو
صاف کر لیے۔

”آپ کا مگتیر کیا ہے۔“ نوفل کے پوچھنے پر
شرمین نے چونک کر اسے دیکھا۔ جو سیدھا دیکھتے
ہوئے کار چلا رہا تھا۔
”میرا کوئی مگتیر نہیں۔“ اب کی بار نوفل نے
چونک کر اسے دیکھا۔
”لیکن انکل نے تو ابو سے کہا تھا کہ آپ کی بات طے
ہو گئی ہے۔“

”جی۔ لیکن ابو نے بات ختم کر دی شاید اسی لیے
ان کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔“ وہ دھیمے لہجے میں
کہہ کر انکھیاں پچھانے لگی جبکہ نوفل کا دل چاہ رہا تھا۔
وہ جھگڑا والے اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ قسمت یوں

اس پر مہربان ہو سکتی ہے۔
”شرمین! میں تمہارا پھر اکر بات نہیں کروں گا۔ مجھے
آپ بتا چکی تھی میں جب سے آپ کو دیکھا ہے۔
آپ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہ سوچا ہے اور نہ
دیکھا ہے۔ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اگر آپ
کو اعتراض نہ ہو تو میں اسی ابو کو انکل کے پاس بھیجنا
چاہتا ہوں اس امید پر کہ اس بار انکار نہیں ہو گا۔“
شرمین کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا
تھا اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ

گھبرا کر انکھیاں پچھانے لگی۔
”آپ نے جواب نہیں دیا۔“
”میں کیا جواب دوں، آپ ابو سے بات کر لیں۔“
”انکل سے تو میں بات کر لوں گا، پہلے آپ کی
مرضی تو جان لوں۔ آپ یہ بتائیں۔ میں آپ کو پسند
ہوں یاں۔“ شرمین کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ اس کی
خاموشی بڑھ مزید گہوا ہوا تھا۔

”انکل نے ابو سے کہا تھا، انہیں میرا بلا ٹھکانا کرنا
پسند نہیں تو کیا آپ کو بھی پسند نہیں۔“
”آپ کو پسند ہے۔“ وہ اٹھ اٹھتی تھی۔
”پسند تو ہے لیکن آپ میرے لیے اتنی اہم ہیں کہ
آپ کی خوشی کے لیے چھوڑ دوں گا۔“
”چھوڑ دوں۔“ وہ مسکرا کر بولی۔
”چھوڑ دیا۔“ وہ بھی مسکرا کر بولا۔
”اب میں ہاں سمجھوں۔“

”ابو سے پوچھ لیں۔“ وہ شہرہ کر بولی۔ نوفل نے
مسکرا کر اس کا گھر میلانڈا دیکھا۔ اس کو اس کے
سوال کا جواب مل گیا تھا۔ نوفل نے گھر آکر سہا کا یہ
کہا تھا کہ شاید صاحب کو فن کر کے ساری چھوڑ دیں
سے آگاہ کیا تھا اور انہیں جلدی آنے کو کہا تھا۔

✽ ✽ ✽
”خلور! یہ تمہیں اچانک کیا سوچیں بنا کر ہونے کی تم
نے ہماری بیٹی کو پریشان کر دیا۔“ شاید صاحب نے
شرمین کو ساتھ لگا تے ہوئے کہا تو خلور صاحب مسکرا
دے۔

”میری چھوڑو، تم بتاؤ۔ یہ اتنی زیادہ مٹھائی کس
خوشی میں لے کر آئے ہو۔“ خلور صاحب نے شاید
صاحب کے لائے ہوئے مٹھائی کے ٹوکروں کی طرف
اشارہ کر کے پوچھا۔
”ہم یہاں صرف تہناری عیادت کرنے نہیں
آئے بلکہ اپنی بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔“ خلور
صاحب نے کچھ حیرت اور خوشی کے طے اثر کے
ساتھ شاید اور ان کی بیوی کو دیکھا۔

”جی بھائی صاحب! آپ کی بارہم انکار نہیں سنیں
 ”شاہد صاحب کی دہوی نے بھی اسکرکارا پنا دینا
 دیا۔“
 ”آپ کی بیٹی ہے“ خاور صاحب نے مطمئن ہو
 کر کہا۔
 ”تو بس متنگی وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتے“ سیدھا
 نکال کر روئے ہیں ہمارا کیا خیال ہے خاور۔“
 ”جتنی جلدی بار! ہمیں تو کوئی تیاری بھی نہیں۔“
 اب کی بارہم کچھ ہیرا کر رہے۔
 ”تجارتی کیا کرنی ہے“ نکاح کا جواڑا ہم نے آئیں
 ”نکاح کے لیے لڑی اور لڑکے کا راضی ہونا اور
 موجود ہونا ضروری ہے وہ دونوں ہیں۔ مسئلہ کیا ہے اور
 جہاں تک لیکن دن کی بات ہے۔“ وہ رکے تو خاور
 صاحب کی سائیں بھی دھیمی پڑیں۔ ”ہمیں کس چیز کی
 ضرورت نہیں۔ ہمیں بس ایک بیٹی کی ضرورت ہے۔“
 بس وہ ہمیں دے دو۔“
 ”آپ نے متنگی نہیں کرنی تو سنہ سنی لیکن میرا تو
 اکوٹا چاہیے اور اکوٹی ہوئے۔ میں تو انگوٹھی پہناؤں
 گی۔“ یہ کہہ کر ثیاب نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر
 شاہد صاحب کے ساتھ بیٹھی شرمین کو پہنا دی جبکہ
 دوسرے صوفے پر بیٹھا فانی پیلوہل کر رہا کیا۔
 ”تھیں کیا ہوا ہے“ بطنین نے اس کا بلانا
 محسوس کیا تھا۔
 ”یار!“ متنگی میری ہے اور کسی نے مجھے پوچھا بھی
 نہیں۔“
 ”تھیں اعتراض ہے تو میں ابھی منع کرتا ہوں۔“
 وہ اٹھنے لگا تو فانی نے بوجھ کر اسے بٹھایا تھا۔
 ”کیسل انسان! آخر بچہ میرا کم خراب کرنا میں
 انگوٹھی پہنانے کی بات کر رہا ہوں جو ای سے پہنا دی
 ہے۔ اصولاً تو مجھے پہنانی چاہیے تھی۔ میں کیا یہاں
 جکسا مارنے آیا ہوں۔“
 ”شکر کرو“ متنگی ہو گئی اور نکاح کی ڈسٹ بھی فکس
 ہو رہی ہے مجھے دیکھو جس کو میں پسند کرتا ہوں، اس
 سے بچہ لڑائی ہی رہی ہے۔ اس کو انورہ بھی نہیں ہو

۱۰۔ "کیوں نہ کیا کروں۔" وہ کھلکھلا کر پوچھنے لگی۔
 "کہا کر اس لیکن ہر سوال کا جواب کیوں نہیں ہوتا۔
 کچھ کاہل اور اچھا بھی ہوتا ہے۔"
 "لیکن آپ نے ابھی تک کوئی ایسا سوال نہیں کیا
 جس کے جواب میں اچھا یا کیوں ہوں۔"
 "چلیں، ایسا سوال پوچھ لیتا ہوں۔ میں آپ کو کیسا
 لگتا ہوں۔"
 "یہ کیسا سوال ہے۔" قاریہ نے براہمان کر کہا۔
 "پھر دیکھ لیں، آپ نے سوال میں سے سوال نکال
 لیا۔"
 "آپ نے سوال ہی ایسا کیا ہے۔" وہ کہہ کر جانے
 لگی۔
 "پوری بات تو سن جائیں۔"
 "جی ہوگی۔" وہ رگ کر اسے دیکھنے لگی۔
 "جانتیں۔ آپ میرے بارے میں کیا سوچتی ہوں
 گی کہ کوئی ہماری چند ملاقاتیں اچھی نہیں ہوئیں لیکن
 میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں
 ایک اچھا انسان ہوں۔ لوگوں کی رنگ اور میری اپنی کا
 کہنا ہے کہ جس کی مجھ سے شادی ہوگی وہ بہت خوش
 قسمت ہوگی۔"
 "جھگ۔" قاریہ نے مسکرا کر کہا "لیکن آپ یہ مجھے
 کیوں بتا رہے ہیں۔"
 "کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ خوش نصیب لڑکی
 آپ ہو۔"
 "جی۔" وہ حیران ہوئی اور پھر نظریں اچھلے۔ پہلے
 کی نسبت اس کے انداز میں جھجک سمجھی۔
 "میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کو
 اعتراض نہ ہو تو میں اپنی اپنی کو آپ کے گھر بھیجنا چاہتا
 ہوں۔"
 "آپ میرے بارے میں جانتے کیا ہیں۔" آپ کی
 بارقاریہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔
 "میں آپ کے بارے میں کچھ جانتا نہیں چاہتا۔
 میں صرف اتنا جانتا ہوں ایک لڑکی جس کے چہرے پر

مسکراہٹ بہت جلدی لگتی ہے اور میں بے حس اس کی مسکراہٹ کو ٹھنکا چاہتا ہوں۔“ بیٹلین کی نظر ایک بل کے لیے اس کے چہرے پر ٹھہر گئی جس کی آنکھیں اس کی بالوں کی گولائی سے بڑی تھیں۔

”اور میں جانتا ہوں“ بل کو فانی سے کہتا رہا۔

میں جیسے بیٹلین کی کبھی قیول کرنے کو تیار ہوں آخر وہی تو ہمارے ملنے کی وجہ بنی تھی جس کی وہ پیار ہی ہے، اتنا ہی میں اسے پیار کرتا ہوں۔“ وہ قاریہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

”اگر آپ کو فانی کی قیول ہے تو مجھے آپ قبول ہیں۔“

”پھر میں ممی کو بھیج دوں۔“ وہ جلدی سے بولا۔

”آپ کو جلدی کس بات کی ہے۔“ وہ انہی کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

”اگلے گاہ کو نفل اور شمین کی رخصتی ہے۔ میں نے ہر کام اپنے دوست کے ساتھ کیا ہے۔ اب چاہتا ہوں ہم دونوں کی خانہ آبادی بھی ایک ساتھ ہو پھر یوٹیل منظر رہے۔“

”سوچو گی۔“ وہ اترا کر بولی۔

”سوچو لیں۔ میرے جیسا دیار نہیں ملے گا۔“ وہ اس کے ساتھ قدم مار کر چلتے نکلے گا۔ کلک کلک کرنا سن پڑی۔

”جانتی ہوں۔“ کہہ کر وہ انہی کے چہرہ ممی اور بیٹلین اس کے ہم قدم تھا۔

